https://www.studiestoday.com

درجہ-9

روشنی

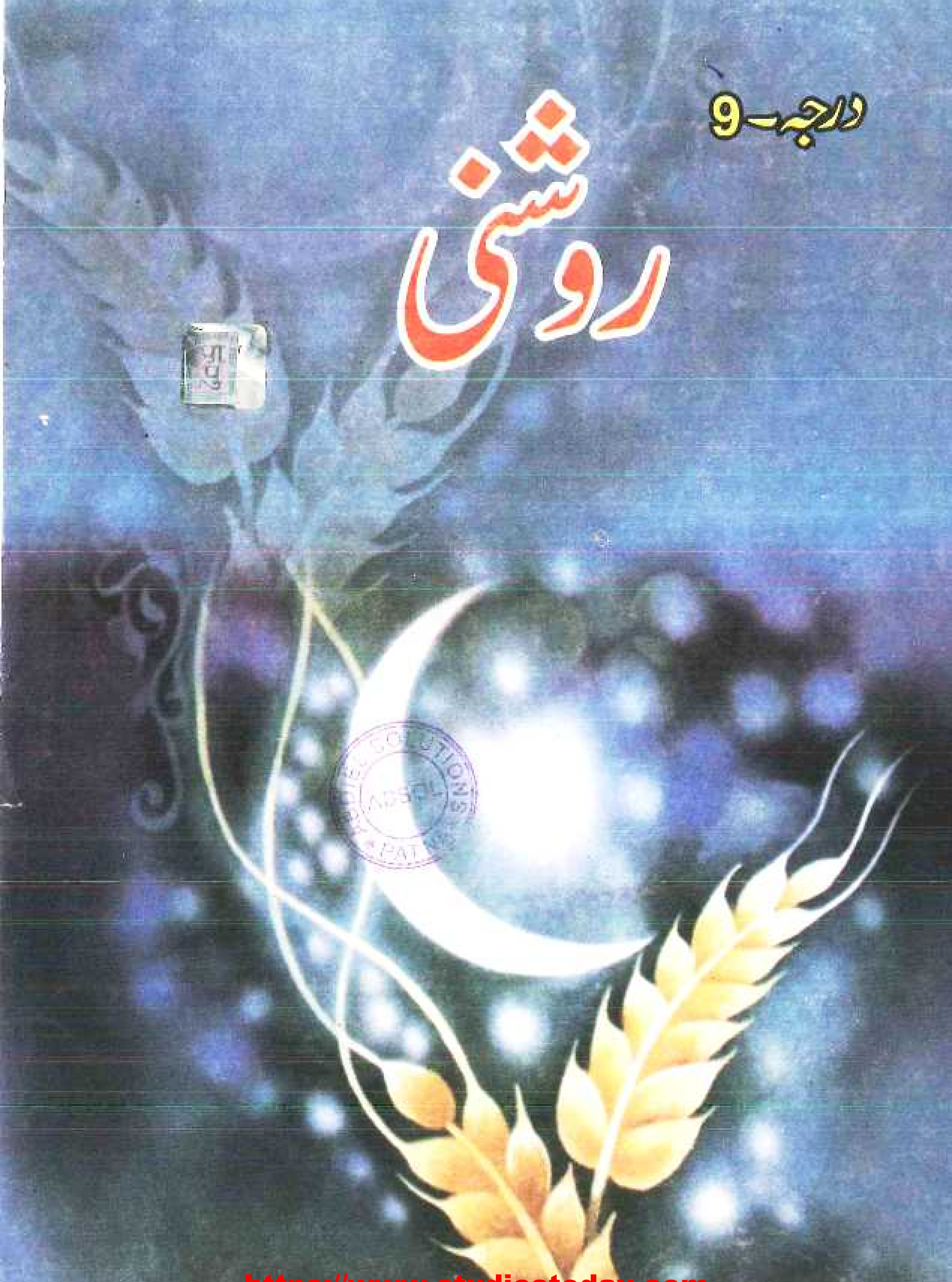

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

INDIAN ARMY

Arms you FOR LIFE AND CAREER AS AN OFFICER

Visit us at www.joinindianarmy.nic.in

or call us (011) 26173215, 26175473, 26172861

Ser NO	Course	Vacancies Per Course	Age	Qualification	Appln to be received by	Training Academy	Duration of Training
1.	NDA	300	16½ - 19 Yrs	10+2 for Army 10+2 (PCM) for AF, Navy	10 Nov & 10 Apr (by UPSC)	NDA Pune	3 Yrs + 1 yr at IMA
2.	10+2 (TES) Tech Entry Scheme	85	16½ - 19½ Yrs	10+2 (PCM) (aggregate 70% and above)	30 Jun & 31 Oct	IMA Dehradun	5 Yrs
3.	IMA(DE)	250	19 - 24 Yrs	Graduation	May & Oct (by UPSC)	IMA Dehradun	1½ Yrs
4.	SSC (NT) (Men)	175	19 - 25 Yrs	Graduation	May & Oct (by UPSC)	OTA Chennai	49 Weeks
5.	SSC (NT) (Women) (including Non- tech Specialists and JAG entry)	As notified	19 - 25 Yrs for Graduates 21-27 Yrs for Post Graduate/ Specialists/ JAG	Graduation/ Post Graduation /Degree with Diploma/ BA LLB	Feb/Mar & Jul/ Aug (by UPSC)	OTA Chennai	49 Weeks
6.	NCC (SPL) (Men)	50	19 - 25 Yrs	Graduate 50% marks & NCC 'C' Certificate (min B Grade)	Oct/ Nov & Apr/ May	OTA Chennai	49 Weeks
	NCC (SPL) (Women)	As notified					
7.	JAG (Men)	As notified	21 - 27 Yrs	Graduate with LLB/ LLM with 55% marks	Apr / May	OTA Chennai	49 Weeks
8.	UES	60	19-25 Yrs (FY)18-24 Yrs (PFY)	BE/B Tech	31 Jul	IMA Dehradun	One Year
9.	TGC (Engineers)	As notified	20-27 Yrs	BE/ B Tech	Apr/ May & Oct/ Nov	IMA Dehradun	One Year
10.	TGC (AEC)	As notified	23-27 Yrs	MA/ M Sc. in 1st or 2nd Div	Apr/ May & Oct/ Nov	IMA Dehradun	One Year
11.	SSC (T) (Men)	50	20-27 Yrs	Engg Degree	Apr/ May & Oct/ Nov	OTA Chennai	49 Weeks
12.	SSC (T) (Women)	As notified	20-27 Yrs	Engg Degree	Feb/ Mar & Jul/ Aug	OTA Chennai	49 Weeks

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

روشنی

اردو کی معاون درسی کتاب نویں جماعت کے لیے

ABDIEL SOLUTIONS ABSOL PATNA

بہار اسٹیٹ ٹکسٹ بک پبلشنگ کارپوریشن لمیٹڈ، پٹنہ

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

محکمۂ فروغ وسائلِ انسانی (H.R.D)، حکومتِ بہار سے منظور

(صوبائی کونسل برائے تعلیمی تحقیق وتربیت (SCERT)، پٹنہ کے تعاون سے پورے صوبۂ بہار کے لیے)

© بہار اسٹیٹ ٹکسٹ بک پبلشنگ کارپوریشن لمیٹڈ

پہلی اشاعت	:	2008
دوسری اشاعت	:	2010-11
تیسری اشاعت	:	2013-14
چوتھی اشاعت	:	2014-15
تعدا	:	40,000
قیمت	:	Rs. 9.00

شائع کردہ

بہار اسٹیٹ ٹکسٹ بک پبلشنگ کارپوریشن لمیٹڈ، پاٹھیہ پستک بھون، بدھ مارگ، پٹنہ۔800001

Babloo Binding House, Patna – 6

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

اپنی بات

ریاستی کاؤنسل برائے تعلیمی تحقیق و تربیت نے دو برسوں کے اندر گیارھویں اور بارھویں دو جماعتوں کے لیے کتابیں تیار کرائی ہے۔اس طرح یہ ادارہ اپنے نشانہ کی تعیین کے مطابق اس کی تکمیل میں بطور احسن کامیاب رہا۔ اب نویں جماعت کی درسی و سپلمنٹری کتابیں بھی اسی ادارہ کے ذریعہ تیار ہونے کے بعد طباعت و اشاعت کے مراحل طے کرکے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے قومی سطح پر نصاب میں یکسانیت لانے کی غرض سے معیاری نصاب تعلیم تیار کیا گیا ہے اور اس کے مطابق ماہرین کی جماعتوں کے ذریعہ تمام مضامین کی کتابیں تیار کرائی جارہی ہیں۔ معیاری نصاب کے مطابق عمدہ کتابوں سے نہ صرف طلبا و طالبات کی دلچسپی میں اضافہ ہوگا بلکہ معلمین حضرات کی آسانیوں کا بھی خاص خیال رکھا گیا ہے اور متعلقہ ضروری مواد فراہم کردیے گئے ہیں تاکہ تدریس و تعلیم کا معیار بلند تر ہوسکے۔ مجھے قوی امید ہے کہ نئی کتابیں ان مقاصد کو پورا کریں گی۔

بہار اسٹیٹ ٹکسٹ بک پبلشنگ کارپوریشن لمیٹڈ کی جانب سے میں ایس۔سی۔ای۔آر۔ٹی کے ڈائرکٹر، بہار سکنڈری اسکول اکزامنیشن بورڈ کے ڈائرکٹر (اکادمک) اور نصاب و درسی کتاب کمیٹی کے اکادمک کوآرڈی نیٹر کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جن کی خاص توجہ اور سعی بلیغ سے مضامین کے ماہرین کی بہتر جماعت کے تعاون سے کتابیں تیار کرائی جاسکیں۔ میں اُن ماہرین کا بھی شکریہ گزار ہوں۔

میری گزارش ہے کہ کتاب میں جہاں کہیں کوئی نقص نظر آئے تو ہمیں اس کی اطلاع ضرور دیں تاکہ آئندہ اشاعت میں ان کا ازالہ اور ان کی اصلاح کی جاسکے۔

مینیجنگ ڈائرکٹر

بہار اسٹیٹ ٹکسٹ بک پبلشنگ کارپوریشن لمیٹڈ، پٹنہ

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

چند الفاظ نئے نصاب اور درسی کتاب کے بارے میں

نویں درجہ کے لیے اردو کی کتاب آپ کے سامنے ہے۔ اس کتاب کی تیاری میں بہار کے اردو زبان کے دانش وروں کی ایک ٹیم نے چھ ماہ کی مدت تک شب و روز عرق ریزی کی ہے۔ اس کتاب کی ترتیب میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ نویں درجہ کے طلبا کے ذہنی معیار کے پیش نظر تمام اصناف ادب سے نئے نئے اسباق شامل کیے جائیں اور طلبا کے لیے کارآمد متن کی تلاش کی جائے۔ متن کے انتخاب میں بھی اس بات کو مدنظر رکھا گیا ہے کہ طلبا اور اساتذہ کو درس و تدریس کے دوران جدّت اور تازگی کا احساس ہو اور طلبہ کے ذہن میں اردو زبان دانی کا ذوق و شوق پیدا ہو۔

درسی کتابوں کی ترتیب اور متن کے انتخاب میں مرتبین کا میلان روایتی رہا ہے۔ اس میلان سے قدرے انحراف کرتے ہوئے متن کے انتخاب و ترتیب میں جدید دور، بدلتے ہوئے تعلیمی ذوق وغیرہ عوامل کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے تاکہ طلبا نہ صرف یہ کہ تعلیمی مسائل کو اچھی طرح سمجھ لیں بلکہ بدلتے ہوئے حالات سے اپنے آپ کو ذہنی طور پر ہم آہنگ کر سکیں اور وہ اپنے عہد کی زبان سے اچھی طرح روشناس ہو جائیں۔ کیوں کہ گذرتے ہوئے وقت اور بدلے ہوئے حالات میں زبان کے تقاضے بھی بدلتے رہتے ہیں۔

زیر نظر معاون درسی کتاب 'روشنی' کے نام سے ہے جو نویں درجہ کی درسی کتاب 'درخشاں' کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے۔ اس کتاب کی پیشکش کا مقصد طلبا کے اندر اضافی مطالعہ کا ذوق و شوق پیدا کرنا ہے اور ساتھ ہی اپنے مادرِ وطن کی سیاسی تاریخ سے واقفیت پیدا کرانا ہے۔ اس کتاب میں جدوجہد آزادی کی تاریخ کو پیش کیا گیا ہے اور تحریک آزادی کے دوران جو علاقائی و ضمنی تحریکات سامنے آئیں، ان تحریکات پر بھی ضمنی روشنی ڈالی گئی ہے۔ تحریک آزادی سے متعلق ان مضامین کی پیشکش سے مراد طلبا کے ذہن میں نہ صرف یہ کہ حب وطن کا جذبہ پیدا کرنا ہے بلکہ طلبا کے ذہن کو ملکی تاریخ سے متعلق متحرک بھی رکھنا ہے۔ مختصر یہ کہ 'روشنی' نام کی یہ کتاب تاریخ آزادی پر مختصراً مگر بھرپور روشنی ڈالتی ہے۔

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

بہار کے نصاب میں پہلی بار تجربہ کیا گیا ہے کہ متن کے ساتھ تفصیلی مشقیں بھی دی جائیں تا کہ طلبا مشقوں کے حل کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ الفاظ و معانی سے واقف ہو سکیں اور ان کی زبان دانی کی صلاحیت میں اضافہ ہو۔ اس کوشش میں اگر کتاب کی ضخامت میں اضافہ ہو گیا ہے تو اس کا مقصد بچوں کے لیے کتابوں کا بوجھ بڑھانا نہیں بلکہ درسی کتابوں کو آسان، دلچسپ اور عام فہم بنانا ہے۔ اس کتاب کی ترتیب کے نتیجے میں اب اساتذہ کی ذمہ داریاں بھی بڑھ گئی ہیں کہ وہ طویل مشقوں کو حل کرانے میں طالب علموں کی مدد کریں۔

اس کتاب کی ترتیب میں موضوعات کے انتخاب اور ہمارے طویل مدتی مقاصد کو اگر ہمارے ذہین طلبا نے سمجھ لیا تو اس کو ہم اپنی کامیابی تصور کریں گے۔

حسن وارث

ڈائرکٹر (انچارج)

ایس۔ سی۔ ای۔ آر۔ ٹی، بہار، (پٹنہ)

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

نگراں کمیٹی برائے درسی کتاب (اردو)

زیرِ سرپرستی

حسن وارث، ڈائرکٹر، ایس۔سی۔ای۔آر۔ٹی، بہار

رگھوونش کمار، ڈائرکٹر (اکادمک)، بہار اسکول اکزامنیشن بورڈ، (سینیر سکنڈری)، پٹنہ

ڈاکٹر سید عبدالمعین، صدر، ٹیچر ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ، ایس۔سی۔ای۔آر۔ٹی، بہار

ڈاکٹر قاسم خورشید، صدر، لینگویجز ڈپارٹمنٹ، ایس۔سی۔ای۔آر۔ٹی، بہار

مرتبین

پروفیسر اعجاز علی ارشد، صدر، شعبۂ اردو، پٹنہ یونی ورسٹی، پٹنہ

پروفیسر علیم اللہ حالی، سابق صدر شعبۂ اردو، مگدھ یونی ورسٹی، بودھ گیا

ڈاکٹر جاوید حیات، صدر، شعبۂ اردو، بی این کالج، پٹنہ یونی ورسٹی، پٹنہ

ڈاکٹر ثریا جبیں، سابق صدر، شعبۂ اردو، پٹنہ کالج، پٹنہ یونی ورسٹی

ڈاکٹر شکیل قاسمی، لکچرر، اورینٹل کالج، پٹنہ سیٹی

فخرالدین عارفی، استاد، چھتریہ ہائی اسکول، فتح پور، پٹنہ

محمد افتخار اکبر، استاد، آر جے ہائی اسکول، کیوٹی، دربھنگہ

حسن احمد، لائبریرین، گورنمنٹ اردو لائبریری، پٹنہ

ڈاکٹر نثار احمد فیضی، استاد، ذاکر حسین +۲ اسکول، سلطان گنج، پٹنہ

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

نظرثانی (سینئر سکنڈری)، بہار اسکول اکزامنیشن بورڈ

ڈاکٹر محمد حامد علی خان، صدر، شعبۂ اردو، پی جی، آر اے این، حاجی پور (ویشالی)

ڈاکٹر محمد منظر الحق، صدر، پوسٹ گریجویٹ، شعبۂ اردو، اے این کالج، پٹنہ

ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی، لکچرر، شعبۂ اردو، پٹنہ یونی ورسٹی، پٹنہ

اکادمک تعاون

امتیاز عالم، لکچرر، لینگویجز ڈپارٹمنٹ، ایس۔سی۔ای۔آر۔ٹی، بہار

ڈاکٹر سریندر پال، لکچرر، ایس۔سی۔ای۔آر۔ٹی، بہار

اکادمک کنوینر

گیان دیومنی ترپاٹھی، ماہر تعلیم

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

فہرست

• ہندوستان میں انگریزوں کی آمد اور مغلیہ سلطنت کا زوال	1
• انقلاب 1857	4
• تعلیمی اور سماجی تحریکیں	8
• انڈین نیشنل کانگریس کی بنیاد	11
• آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام	14
• خلافت تحریک	17
• ترک موالات	20
• تحریک عدم تعاون	23
• مہاتما گاندھی کی قیادت میں قومی تحریک کی سرگرمیاں	26
• بھگت سنگھ اور دیگر انقلابی رہنما	29
• بھارت چھوڑو تحریک	33
• تقسیم ملک اور آزاد	36
بہار میں قومی تحریک کے مختلف پڑاؤ	40
1857ء کا انقلاب	
سنتھال بغاوت	
چمپارن ستیہ گرہ	
خلافت تحریک	
1942ء کی تحریک	
کانگریس اور مسلم لیگ کی سیاست	
فرقہ وارانہ فسادات	

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

روشنی

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

ہندوستان میں انگریزوں کی آمد اور مغلیہ سلطنت کا زوال

ہندوستان میں مغلیہ حکومت کا زوال اور حکمراں کی حیثیت سے انگریزوں کا غلبہ ایک تاریخی واقعہ ہے۔ جس کا ایک طویل تاریخی پس منظر ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں نے سات سو سالوں تک حکومت کی تھی۔ ظاہر ہے کہ مسلمانوں نے اپنی روایتی شجاعت اور بہادری کے ذریعہ ہندوستان کی حکومت پر قبضہ کیا تھا اور چھ سو سالوں تک نہایت کامیابی اور شان وشوکت کے ساتھ حکومت کی۔ لیکن جیسا کہ قانون قدرت ہے، طویل مدت تک جب کوئی قوم حکمراں کی حیثیت سے زندگی گزارتی ہے تو کچھ خرابیاں بھی اس قوم میں آنے لگتی ہیں جیسے عیاشی، کاہلی اور بزدلی وغیرہ۔ ان خامیوں کے شکار ہندوستان کے مسلم حکمراں بھی ہوئے۔ اٹھارہویں صدی کی ابتدا سے ہی مسلم حکمرانوں میں یہ خامیاں پیدا ہونے لگی تھیں۔ مسلمانوں کی ایک بڑی طاقت اسلامی تعلیمات اور اصول ونظریات میں مضمر تھی جس کو مسلم حکمرانوں نے یکسر فراموش کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس فراموشی نے ان کے دلوں میں بغض، حسد، کینہ اور فساد کو جنم دیا۔ وہ غیروں کا اثر قبول کر کے اسلامی تعلیمات بھلانے لگے تو ان کی حکومت پر بھی رفتہ رفتہ زوال آنے لگا۔ یہ زوال اسلام کا نہیں تھا بلکہ مسلمانوں اور ان کے دلوں کا زوال تھا۔ جس نے مسلم حکمرانوں کو حاکم رہنے کے باوجود غیروں کا محتاج بنا دیا۔ انگریز سازش اور سیاسی داؤ پیچ میں ترقی یافتہ تھے۔ وہ اسلام پر تو غالب نہیں آسکے لیکن اپنے سیاسی داؤ پیچ اور مسلم بادشاہوں کی کمزوریوں کی وجہ سے ان پر غالب آگئے۔

ہندوستان میں مسلم بادشاہوں کا آخری خاندان مغلوں کا تھا۔ مغلیہ حکومت کے زمانہ میں سلطنت کو عروج بھی ہوا اور زوال بھی ہوا۔ دراصل ہندوستان میں مسلمانوں کے زوال اور پستی کا زمانہ اٹھارہویں صدی کی ابتدا سے ہی شروع ہو چکا تھا۔ یعنی 1707ء میں بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر کی وفات کے بعد سے ہی مغلیہ حکومت کمزور ہونا شروع ہو گئی تھی۔ حکومت مخالف طاقتوں نے زور پکڑنا شروع کر دیا تھا اور مرکزی حکومت کی کمزوری سے علاقائی اور صوبائی حکمراں خودسر ہونے لگے تھے اور رفتہ رفتہ ہمارے بادشاہوں کی سیاسی قوت کمزور ہونے لگی۔

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

باہر سے آنے والے انگریز جو پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے شاہ جہاں کے زمانے میں ہندوستان آکر تجارت کرنے لگے تھے، اس فکر میں تھے کہ اپنی عیاریوں اور مکاریوں کے ذریعہ مسلمانوں کی حکومت کو کمزور کردیں۔ ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکائیں اور مسلمان امیروں کو بھی بہکا کر اپنی چالبازیوں کے دام میں پھانس لیں اور اس طرح پورے ملک میں سیاسی ابتری پھیلا کر اپنی حکومت قائم کرلیں۔

یہ تو انگریزوں کی بات تھی جو سات سمندر پار سے تاجر بن کر آئے تھے اور حاکم بننے کی کوشش کر رہے تھے لیکن اندرون ملک بھی مغل حکومت کے دشمن کم نہیں تھے۔ اس زمانے میں جب پنجاب، سندھ، صوبہ متحدہ آگرہ، اودھ اور دکنی ہندوستان کے تمام علاقے مغل حکومت میں شامل تھے، جو اورنگ زیب عالم گیر کے ہاتھوں مغلوں کے زیر نگیں آئے تھے۔ اس وقت مغلیہ خاندان کا آخری طاقت ور حکمراں اورنگ زیب عالم گیر کو ہی سمجھا جاتا تھا۔ اورنگ زیب کے بعد مغلیہ خاندان کے اور بھی کئی بادشاہ ہوئے لیکن ان میں اورنگ زیب جیسی خوبیاں نہیں تھیں۔ اس لیے رفتہ رفتہ مغلیہ حکومت کمزور ہوتی چلی گئی۔ انگریزوں کی سازش کے علاوہ اس صورت حال کی دوسری اہم وجہ یہ تھی کہ ہندوستان میں حکومت مخالف طاقتیں خفیہ طور پر سازش کررہی تھیں۔ مغل دربار کے کچھ مسلمان امیر جو لالچی اور اخلاقی طور پر بہت کمزور تھے، دشمنوں کی چالبازیوں میں پھنس گئے اور اپنے ذاتی مفاد کے لئے مغلیہ سلطنت کو نقصان پہنچانے لگے۔ بہت سے مسلمان جھوٹی اور بُری باتوں میں پڑ کر اسلام کے سچے اور آفاقی اصولوں کو بھولتے جارہے تھے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ مغلیہ سلطنت میں رفتہ رفتہ کمزوریاں اور خرابیاں بڑھتی چلی گئیں۔

مغل حکمراں اپنی سیاسی اور اخلاقی کمزوریوں کی وجہ سے بیک وقت خارجی اور داخلی سازشوں کا مقابلہ نہیں کرسکے اور سارے ملک میں خانہ جنگی کی کیفیت پیدا ہوگئی اور ملک سیاسی افراتفری کا شکار ہوگیا۔ اس صورت حال کا فائدہ اٹھا کر انگریز علاقائی سطح پر اپنی طاقت بڑھاتے رہے۔ پہلے تو یہ انگریز چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے نوابوں اور راجاؤں کو ایک دوسرے کے خلاف ورغلاتے اور انہیں آپس میں لڑا دیتے اور جس فریق کا پلہ بھاری دیکھتے اس کی طرف سے مدد کرنے کے بہانے خود ہی شریک ہوجاتے۔ اس طرح فاتح فریق سے اپنی ہمدردی کی قیمت کچھ علاقوں کی شکل میں وصول کرتے۔ اسی طرح انگریزوں نے ہندوستان کے بہت سے علاقوں پر رفتہ رفتہ قبضہ کرلیا۔ مسلمانوں کی سیاسی طاقت کو انگریزوں نے کئی ٹکڑوں میں تقسیم کردیا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی سیاسی مرکزیت کمزور

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

ہوگئی۔

ظاہر ہے کہ جب کوئی مرکزی قوت ٹوٹ کر الگ الگ بکھر جاتی ہے تو اس میں خود بخود کمزوری پیدا ہونے لگتی ہے۔ چنانچہ مغلوں کی حکومت اور مسلمانوں کی سیاسی طاقت ہندوستان میں کمزور ہوتی چلی گئی۔ صوبائی و علاقائی سطح پر کہیں انگریزوں نے ہم وطنوں سے قبضہ کروایا اور کہیں خود آگے بڑھ کر اپنے قبضہ میں لے لیا۔ کہیں سکھوں اور مرہٹوں کی حکومت قائم کروائی اور پھر ملک کو ٹکڑوں میں تقسیم کر کے خود پورے ملک پر قبضہ کرلیا۔

ان حالات میں مغل حکمرانوں کی کمزوری اور مسلمانوں کی عام ذہنی، اخلاقی اور تعلیمی پستی کا جائزہ لے کر اس وقت جو رہنما قیادت کے لئے منظر عام پر آئے اور جنہوں نے انگریزوں کے خلاف قوم کے اندر مخالفت کا جذبہ پیدا کیا اور ہندوستانیوں کو انگریزوں کے بڑھتے ہوئے سیاسی اثرات اور ان کے فتنے سے واقف کرایا۔ ان میں سب سے آگے شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے خاندان کے بزرگ عالم اور شاگرد، شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، سید احمد بریلوی شہید اور حافظ رحمت خان شہید وغیرہ تھے۔ ان حضرات نے خاص طور پر مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کی کوشش کی اور انہیں روحانی و اخلاقی تعلیم کا پیغام دیا اور یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ اگر اس وقت ہم لوگوں نے ہمت و حوصلہ سے کام نہیں لیا تو ہمیشہ کے لیے انگریزوں کے غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیے جائیں گے اور ہمیشہ ان کے ظلم وستم کا شکار ہوتے رہیں گے۔ مگر اب پانی سر سے اونچا ہو چکا تھا اور انگریز زیادہ طاقت ور ہو چکے تھے۔ اس لیے ان مصلحین حضرات کو انگریزوں کی قوت اور سازش کی وجہ سے شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

ABDUL ... PATNA

مشقی سوالات

1. مغلیہ سلطنت کے زوال کے اسباب پر روشنی ڈالیے۔
2. ہندوستان میں انگریزوں کی آمد اور اس کی پالیسی کی وضاحت کیجیے۔

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

انقلاب 1857

جب مغلیہ حکومت آخری سانسیں لے رہی تھی اور انگریزوں کا غلبہ اور سیاسی تسلط رفتہ رفتہ بڑھتا جا رہا تھا تو اس وقت مغلیہ خاندان کے آخری چراغ بہادر شاہ ظفر تخت سلطنت پر متمکن تھے۔ وہ ہندوستان کے سیاسی حالات کا بغور جائزہ لے رہے تھے اور مغلوں کے زوال پذیر مستقبل سے بھی واقف تھے مگر بوڑھے ہو چکے تھے فوج کم تھی حکومت کا خزانہ خالی تھا۔ اس پیرانہ سالی کے باوجود ان کی غیرت جوش میں آئی لیکن سیاسی طور پر مجبور محض تھے اس لیے کچھ کر نہ سکے۔

1856ء کا زمانہ جب انگریز ہندوستان کے چاروں طرف رفتہ رفتہ اپنا قبضہ جماتے جا رہے تھے اور مغلیہ خاندان کی حکومت کا چراغ ٹمٹما رہا تھا۔ علما و فضلاء حضرات نے غیروں کے ہاتھوں ہندستان کی آزادی چھنتے دیکھ کر ہندوستانیوں کو آخری بار للکارا اور طاقت کو جمع کر کے انگریزوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمت بڑھائی۔ ہندوستانی قوم جن میں ہندو مسلمان سبھی شامل تھے ان کی غیرت کو بھی جوش آیا اور اپنے وطن کی آزادی کے لیے مر مٹنے کو تیار ہو گئے۔ اور انگریزوں کو ہندوستان سے باہر نکالنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ پہلے میرٹھ اور دہلی کے سپاہیوں میں بغاوت کا شعلہ بھڑکا۔ پھر اس نے سارے یو پی کو اپنے دائرے میں لے لیا۔ رفتہ رفتہ یہ آگ ملک کے دوسرے حصوں میں پھیلنے لگی۔ یہ ایسا انقلاب تھا جس نے انگریزوں کے ہوش اڑا دیے لیکن انگریزوں نے کمال عیاری کے ساتھ اسے غدر کا نام دے دیا۔

مغل حکمرانوں کا برتاؤ چونکہ تمام باشندگان ہند کے ساتھ مساوات کا تھا اس لیے آزادی کی اس لڑائی میں سکھوں کو چھوڑ کر تمام فرقوں نے مجاہدین کا ساتھ دیا۔ سکھ انگریزوں کے حامی تھے۔ مگر آزادی کی یہ لڑائی زیادہ دنوں تک جاری نہ رہ سکی۔ کیونکہ انگریزوں نے دولت اور طاقت کا استعمال کر کے بہت سے دیسی اور علاقائی حکمرانوں اور ضمیر فروشوں کو خرید لیا تھا۔ ان غدار حکمرانوں نے اپنے بادشاہ، اپنے وطن اور آزادی کے متوالوں سے

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

غداری کی اور انگریزوں کے ساتھ ہو گئے۔ انگریزوں نے ہندوستانی عوام اور بادشاہ کو بدنام کرنے کے لیے جھوٹی باتیں گڑھنا شروع کر دیں جو آگے چل کر ان کی من گھڑت تاریخ کا حصہ بن گئیں جیسے اورنگ زیب جیسے لائق، محنتی، وطن دوست اور باصلاحیت حکمراں کو متعصب اور ہندوؤں کا دشمن قرار دیا گیا جو تاریخی لحاظ سے بالکل غلط ہے۔

غدر کرنے والے تو دراصل انگریز اور غدار ہندوستانی حکمراں اور ان کے ساتھی تھے جنہوں نے ہماری آزادی سلب کرنے کے لیے اور اپنے ذاتی مفاد کے لیے وطن پرست مغل بادشاہ سے غداری کی۔ مگر انگریزوں نے اپنی مکاریوں اور عیاریوں سے اور دولت اور ہتھیار کے بل بوتے پر مسلمانوں کی مذہبی قوت کو کمزور کرنا شروع کر دیا اور ہندو مسلمانوں کو بھی آپس میں خوب لڑایا اور آخر کار پورے ہندوستان کو اپنا غلام بنا لیا۔

ہندوستان کی تاریخ نے ایک نیا دور دیکھا۔ آزادی کی اس پہلی لڑائی میں ہندوستانیوں کو شکست ہوگئی اور انگریز فتح یاب ہوئے۔ اب ہندوستان پر انگریزوں کا مکمل سیاسی تسلط ہو گیا۔ ٹیپو سلطان، نواب سراج الدولہ اور بہادر شاہ ظفر سبھوں نے انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے اور ملک کو آزاد کرانے کے لیے بے مثال قربانیاں دی تھیں۔ ان قربانیوں کے ساتھ ہندوستان کے کچھ غدار لوگوں نے انگریزوں کے ہاتھ مضبوط کرنے اور اپنے بھائیوں کو غلام بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ 1857ء کا انقلاب ناکام ہو گیا اور اپنے لوگوں کی غداریوں کی وجہ سے ہندوستان پر انگریزوں کا سیاسی تسلط مسلم ہو گیا اور ہندوستانی پورے طور پر انگریزوں کے غلام بن گئے۔

1857ء کے انقلاب کی ناکامی کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کی حالت بہت خراب ہونے لگی۔ چونکہ انگریزوں نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی اس لیے انگریزوں کے مظالم کے زیادہ تر شکار مسلمان ہی ہوئے۔ دوسری بات یہ تھی کہ مسلمانوں میں غربت اور جہالت زیادہ تھی۔ اس لیے ان کی حالت زیادہ پست تھی اور غلامی کی پستی نے ان کے دل و دماغ کو بھی نکما کر دیا تھا۔ مسلمانوں میں کچھ ایسے بھی تھے جو دولت اور جاگیر کی لالچ میں انگریزوں کی خوشامد میں مصروف تھے۔ مسلمانوں میں تیسری جماعت تھی مذہبی جماعت۔ ان میں بھی دو گروہ تھے۔ اور ان دونوں میں نظریاتی اختلاف موجود تھا۔ جس کی وجہ سے اس جماعت کی قوت بھی منتشر ہو چکی تھی۔ ایک گروہ

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

ایسے تعلیمی نظام (Educational System) کا طرفدار اور مبلغ تھا جو روایتی اور فرسودہ تھا۔ اس وجہ سے اسلام کی سچائی یا مذہب کی اصل حقیقت کا سمجھ پانا مشکل تھا۔ اس کے برخلاف دوسرا گروہ مسلمانوں کو اس نئے تعلیمی نظام سے دور رکھنا چاہتا تھا۔ جسے انگریزی حکومت کی تعلیمی پالیسی کے تحت قائم کیا گیا تھا۔ اس میں مصلحت یہ تھی کہ مسلمانوں کو انگریزی حکومت اور انگریزی تہذیب وتمدن کے اثرات سے دور رکھا جاسکے۔ یہ کوشش دراصل آزادی کے نوخیز پودے کو بارآور اور ثمر بار بنانے کی مصلحتوں پر مبنی تھی۔ تاکہ انگریزوں کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لیے پھر ایک بار بھرپور کوشش کی جاسکے۔ اس منصوبے کے تحت جو عملی قدم اٹھایا گیا آگے چل کر اس کے کچھ فائدے ضرور سامنے آئے۔

مختصر یہ کہ 1857 ء کے انقلاب کو دو سال کی قلیل مدت میں انگریزوں نے اپنی روایتی عیاریوں اور چال بازیوں سے کچل ڈالا۔ زمینداروں اور جاگیرداروں کی غداری کے سبب اس عوامی بغاوت کو دبانا آسان ہوگیا۔ اپنے طبقاتی مفاد کی خاطر انہوں نے اپنی آزادی کو قربان کردیا۔ یہاں تک کہ دیسی وعلاقائی حکمرانوں میں سے کسی نے بھی اس بغاوت میں شرکت نہیں کی کیونکہ لارڈ کیننگ نے سچے دل کے ساتھ انہیں متنبی بنانے کے دائمی حق کی ضمانت دے دی۔ 339 راجاؤں اور رانیوں میں سے صرف جھانسی کی لکشمی بائی نے انگریزوں کے خلاف لڑ کر اپنی جان قربان کردی۔ اگر چہ وہ بھی کچھ تاخیر سے ہی 1858 ء میں انگریزوں کے خلاف میدان جنگ میں کودیں۔

1857 ء کے انقلاب کی ناکامی کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں کو خاص طور سے اپنے مظالم کا نشانہ بنایا۔ یہاں تک کہ کئی مقامات پر ساری مسلم آبادی کو قتل کردیا گیا۔ تمام شمالی ہندوستان میں علماء اور رہنماؤں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر گرفتار کیا گیا اور پھانسی دے دی گئی۔ ان میں سے سینکڑوں ممتاز علماء کو توپوں سے اڑا دیا گیا۔ بہتوں کو ملک بدر کرکے انڈمان نکوبار کے ویران جزائر میں بھیج دیا گیا۔

ہندوستانی معاشرے پر اس ناکامی کا لازمی اثر یہ ہوا کہ انگریزی رہن سہن، زبان اور ان کی ولایتی چالیں ان کی حکومت کے ساتھ ہمارے ملک میں رواج پانے لگیں۔ تاریخی حقائق کو بدلا جانے لگا۔ جھوٹی کہانیوں کے ذریعہ مسلم حکمرانوں کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی۔ غیروں کی حکومت، غیروں کے مدرسے، غیروں کی رہائش اور غیروں کے رنگ میں رنگتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ہم اپنی تہذیب وثقافت اور مذہبی روایات کو بھی بھول گئے۔

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

ملک میں بہت سے مسلمان ایسے بھی تھے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوئے شرماتے تھے اور اپنے دین و مذہب کو انگریزوں کی غلامی سے کم تر سمجھنے لگے تھے۔

مشقی سوالات

1. کیا انقلاب 1857ء انگریزوں کی سازش کا نتیجہ تھا۔ وضاحت کیجیے۔
2. انقلاب 1857ء کے اسباب پر روشنی ڈالیے۔

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

تعلیمی اور سماجی تحریکیں

1857ء کے انقلاب کی ناکامی کے بعد ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط پورے طور پر قائم ہوگیا۔ ہندوستانی لوگ انگریزوں کے غلام ہوگئے۔ اب ہندوستانیوں پر فاتح قوم کی حیثیت سے انگریزوں کے مظالم اور استحصال کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ انگریزوں نے چونکہ حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی۔ اس لیے ان کے مظالم کا نشانہ بھی زیادہ تر مسلمان ہی بنے۔ مسلمان سیاسی، اقتصادی، تعلیمی، سماجی گویا زندگی کی ہر سطح پر پست ہوتے گئے۔ ان پر مایوسی اور بددلی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ مسلمانوں کے برخلاف برادران وطن نے بدلتے ہوئے حالات کے تقاضے کو سمجھ لیا اور برابر نئی تعلیم کی تلاش و جستجو میں مصروف رہے۔ ہندوستان کے تمام فرقوں میں تعلیمی اور سماجی تحریکیں پنپنے لگیں۔ سکھوں اور اکالی رہنماؤں کی طرف سے سکھوں کی فلاح و بہبود کے لیے کئی سماجی اور تعلیمی تحریکیں چلائی گئیں جن کا خاطر خواہ فائدہ ہوا۔

ہندو فرقے میں بھی راجا رام موہن رائے اور سوامی وویکانند جیسے مصلحین منظر عام پر آئے اور روایتی میں مذہبی دقیانوسی عقائد و تصورات کو دور کرنے کے لیے سماجی تحریکیں چلائی گئیں جن کے نتیجہ میں ستی جیسے الم ناک رواج کو ختم کیا گیا اور ہندو مذہب میں بہت سی اصلاحات رونما ہوئیں۔

مسلمانوں کی تعلیمی پس ماندگی کا زمانہ بھی زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہا۔ غدر 1857ء کے ایک عشرہ کے بعد ہی سرسید احمد خاں منظر عام پر آئے اور مسلمانوں کی سماجی اور تعلیمی پستی کا اندازہ لگایا۔ سرسید کے ساتھ ان کے رفقائے کار جیسے حالی، شبلی، ڈپٹی نذیر احمد، نواب محسن الملک اور نواب وقار الملک جیسی شخصیات نے مسلمانوں کو بدلتے ہوئے حالات سے باخبر کیا اور تعلیم کی افادیت و اہمیت کو واضح کرتے ہوئے ان کو حصول تعلیم کی طرف متوجہ کیا۔ سرسید نے مسلمانوں پر سب سے بڑا احسان یہ کیا کہ مذہب کے نام پر پھیلائی جانے والی جہالت کے خلاف عوام بالخصوص مسلمان کو ہوشیار و بیدار کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ انہوں نے جہاں مادّی، عقلی یا سائنسی علوم

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

کی اہمیت کا احساس دلایا وہیں مذہب کی حقیقت واہمیت کی طرف بھی توجہ مبذول کرائی۔ چنانچہ مذہبی اور میں بھی تدبر و تفکر کی ایک نئی روش قائم ہوئی۔

سرسید کی ان مخلصانہ کوششوں سے مسلمانوں کو بہت سہارا ملا۔ وہ اب پستی کے گڈھے سے رفتہ رفتہ نکلنے لگے۔ سرسید نے 1875ء میں مسلمانوں کی تعلیم کے لیے علی گڑھ میں 'مدرسۃ العلوم' نام سے ایک ادارہ قائم کیا پھر اس ادارے کو ترقی دے کر 1877ء میں 'محمڈن اینگلو اورینٹل کالج (ایم۔اے۔او کالج) بنادیا اور اپنے رفقائے کار حالی، شبلی، نذیر احمد، محسن الملک اور وقار الملک کی مدد سے مسلمانوں میں نئی زندگی کی لہر دوڑا دی۔ اگرچہ مسلمانوں کے بعض طبقوں کی طرف سے سرسید کو شدید مخالفت کا بھی سامنا کرنا پڑا یہاں تک کہ نام نہاد مفتیوں کی طرف سے ان پر کفر کا فتویٰ بھی لگایا گیا۔ مگر سرسید اور ان کے رفقائے کار کی ثابت قدمی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ 1920ء میں برٹش گورنمنٹ نے ایم۔اے۔ او کالج کو یونی ورسٹی کی حیثیت عطا کردی جو علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے نام سے مشہور ہوا۔ یونی ورسٹی کے قیام کے بعد مسلمانوں کے لیے اعلیٰ تعلیم کے دروازے کھل گئے۔ دیگر تمام برادران وطن نے بھی اس ادارے میں داخلہ لیا اور بلا امتیاز مذہب وملت اس ادارے نے خدمات انجام دیں۔ علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کا قیام تمام اقوام کے لئے روشنی کا مینار ثابت ہوا۔ یہ روشنی ملک بھر میں پھیلتی چلی گئی۔ اب اس علمی مرکز سے تعلیم حاصل کرکے روشن دماغ نوجوانوں کی ایک جماعت نکلی جس نے نہایت خلوص کے ساتھ قوم کی سیاسی رہنمائی کی، جن میں مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، نواب وقار الملک، نواب محسن الملک، نواب سر سلیم اللہ، سر آغا خان، محمد علی جناح سر محمد شفیع، مولانا حسرت موہانی، مولانا ظفر علی خاں، نواب محمد اسمٰعیل خاں، خواجہ ناظم الدین، حسین شہید سہروردی، نواب زادہ لیاقت علی خاں، آئی آئی چندریگر اور سردار عبدالرب نشتر و دیگر حضرات شامل ہیں۔ ابتدائی دور میں یہ جماعت مسلمانوں کی تعلیمی اور سیاسی تعمیر میں مصروف رہی لیکن بعد میں چند مسلمان حضرات نے اپنے اپنے سیاسی راستے الگ بنائے وہ برادران وطن کے ساتھ جا ملے۔ بقیہ تمام لوگوں نے شروع سے آخر تک قدم قدم پر قوم پرست لوگوں کا ساتھ کا ساتھ دیا اور طرح طرح کی قربانیاں دے کر جدوجہد آزادی کو کامیابی سے ہم کنار کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ ان رہنماؤں کے ساتھ جو لوگ ملک کی آزادی کی لڑائی میں قدم قدم پر سینہ سپر رہے ان میں محمد علی جناح، مولانا حسرت موہانی، لیاقت علی خاں اور علی برادران کا سیاسی قومی مرتبہ ثابت قدمی کے لحاظ سے نہایت بلند رہا ہے۔

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

اس جماعت میں ان مسلمانوں کی کثرت تھی جنھوں نے ملک کو انگریزوں کی غلامی سے چھڑانے میں تن من دھن کی بازی لگا دی اور سیاست کے میدان میں پوری قوم کی ر ائی کرتے ہوئے جنگ آزادی کے لیے اپنی اپنی زندگی وقف کر دی۔

1857ء کے ناکام انقلاب کے بعد انگریزوں اور ان کے غیر ملکی اثرات نے اپنی سیاسی قوت کو ہندوستان میں مستحکم کرنے کے لیے اور اس ملک کو لوٹ کھسوٹ کر غریب بنانے کے لئے ہندوستان کے مسلمانوں کو سب سے زیادہ کچلا۔ اس طرح آزادی کی خاطر ان مسلم رہنماؤں کو تین محاذوں پر سیاسی لڑائیاں لڑنی پڑیں۔

پہلی لڑائی انگریزوں کے خلاف لڑنی پڑی جو 1947ء تک مسلسل جاری رہی، دوسری لڑائی اپنے ہی ناسمجھ اور خود غرض بھائیوں کے ساتھ لڑنی پڑی جو جہالت کی وجہ سے اخلاقی پستی میں چلے گئے تھے۔ تیسری اور آخری لڑائی ان سیاسی و سماجی خدمت گاروں کو برادران وطن کے ساتھ لڑنی پڑی جسے شروع سے ہی خود مسلمانوں نے مضبوط بنایا۔ اور آخر کار اس فرقہ پرست طاقت نے ہمیں ہی مٹانے کی کوشش کی اور انگریزوں کی جگہ خود اس ملک کا مالک بن کر ہم کو غلام بنانے کا ارادہ کر لیا۔ کانگریس جیسی سیکولر پارٹی میں بھی بعض ایسے لیڈر موجود تھے جن کا فرقہ پرست طاقتوں سے قریبی تعلق تھا۔

سرسید نے بدلتے ہوئے حالات اور زمانے کے تقاضوں کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو بتایا کہ ملک کے دیگر فرقے اب بھی مسلمانوں سے بہت آگے ہیں۔ وہ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ اب زمانہ بدل رہا ہے۔ ہمیں دوسری قوموں کی برابری کرنا ہے اور ان کا مقابلہ اسی وقت کر سکتے ہیں جب ہم نئے علوم سیکھیں۔ مسلمان اپنے دین کی تعلیم کے ساتھ ساتھ نئے علوم کو بھی سیکھیں۔ سرسید اور ان کے رفقائے کار نے ابتدا میں مسلمانوں کو انگریزوں کے ساتھ مل جل کر رہنے کی تعلیم دی تاکہ انگریز ان کے وجود کو ختم نہ کریں۔ مگر ساتھ ہی اپنی تعلیمی اور مذہبی روایات کو بھی زندہ رکھنے کی ہدایت کرتے تھے۔ سرسید کی اس سماجی اور تعلیمی تحریک کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان ہندوستان میں اپنے وجود کو باقی رکھ سکے۔

مشقی سوالات

1. سرسید کی علمی خدمات پر روشنی ڈالیے۔
2. ہندوستان میں سماجی اور تعلیمی تحریکات کا جائزہ لیجیے۔

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

انڈین نیشنل کانگریس کی بنیاد

انڈین نیشنل کانگریس کی تاریخ اور ہندوستان میں جدوجہد آزادی کی تاریخ کو ایک ہی سکّے کے دو پہلو سمجھنا چاہیے۔ یہ الگ بات ہے کہ جدوجہد آزادی کی تحریک کی بنیاد 1857ء کے انقلاب میں ہی پڑ چکی تھی۔ جس کو 1885ء میں تنظیمی شکل دی گئی اس تنظیم کا نام انڈین نیشنل کانگریس رکھا گیا۔ کانگریس کے قیام کے بنیادی محرک ایک انگریز افسر اے او ہیوم تھے۔ جن کا بنیادی مقصد اس تنظیم کے قیام سے یہ تھا کہ ہندوستانیوں کو برٹش گورنمنٹ کی طرف سے کچھ سہولیات مہیا کرائی جائے۔ مسٹر اے او ہیوم نے فطری شرافت اور انسانیت کی بنیاد پر ہندوستانیوں سے ہمدردی کی وجہ سے اس تنظیم کی بنیاد ڈالی۔ یہ دوسری بات ہے کہ وقت کے گذرنے کے ساتھ انڈین نیشنل کانگریس ہندوستانیوں کے مفاد کے لیے جلد ہی ایک تحریک کی شکل اختیار کرگئی۔ جدوجہد آزدی کی ایک علامت بن گئی اور بعد کے برسوں میں کانگریس نے ملک کی تاریخ میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ جدوجہد آزادی کی تاریخ میں کانگریس کی خدمات اور کارناموں کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

مارچ 1885ء میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ دسمبر میں ہندوستان کے تمام حصوں کے نمائندوں کا ایک عام اجلاس بلایا جائے۔ چنانچہ 28 ردسمبر 1885ء کو گوکل داس تیج پال سنسکرت کالج کے وسیع ہال میں ایک اجلاس منعقد کیا گیا۔ سب سے پہلے اے او ہیوم نے جناب ڈبلیوسی بنرجی کا نام اجلاس کی صدارت کے لیے پیش کیا۔ جس کو اتفاق رائے سے منظور کرلیا گیا۔ اجلاس کے صدر جناب ڈبلیوسی بنرجی نے اپنی صدارتی تقریر میں کانگریس پارٹی کے درج ذیل مقاصد بیان کیے۔

راج کے مختلف حصوں میں ملک کے تمام پر خلوص کارکنوں کے درمیان قربت اور دوستی پیدا کرنا۔ براہ راست دوستی اور رابطوں کے ذریعہ تمام محبانِ وطن کے درمیان رنگ ونسل عقائد اور علاقہ واریت ہر قسم کی عصبیت دور کرنا اور ہمارے محبوب لارڈ رپین کے یادگار دور اقتدار میں پیدا ہونے والے قومی یک جہتی کے جذبات کو بھرپور

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

فروغ اور استحکام عطا کرنا۔

صدر اجلاس مسٹر بنرجی کے اس بیان کے بعد اجلاس میں موجود دانشوروں کے درمیان ہندوستانیوں کے مسائل پر ایک مباحثہ ہوا۔ جو آج تاریخ کا ایک حصہ ہے اور رکارڈ میں ہے۔ اس اجلاس میں چند قرار دادیں منظور کی گئیں جو قومی اور تاریخی اہمیت کی حامل تھیں ان قرار دادوں سے ان قومی رہنماؤں کے اعلیٰ فکر و نظر کا پتہ چلتا ہے۔

ان قرار دادوں کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلی قرار داد میں رائل کمیشن سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ ہندوستانی انتظامیہ کے حقائق کی از سر نو تحقیق کرے۔ دوسری قرار داد میں مطالبہ کیا گیا کہ انڈین کونسل کو ختم کر دیا جائے۔ تیسری قرار داد میں نامزدگی کی بنیاد پر مشتمل کونسلوں پر سخت اعتراض کیا گیا۔ اس کے علاوہ دیگر ملکی مسائل پر بھی قرار دادیں پیش کی گئیں۔ چوتھی قرار داد میں ICS امتحانات میں امیدواروں کی عمر کے حدود میں اضافہ کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ پانچویں اور چھٹی قرار داد میں فوجی اخراجات میں کمی کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ ساتویں قرار داد میں برما کے ہندوستان میں انضمام پر سخت احتجاج کیا گیا۔ آٹھویں قرار داد میں سخت ہدایت دی گئی کہ گزشتہ تمام قرار دادوں پر سختی سے عمل کیا جائے اور پورے ملک میں کانگریس کی قرار دادوں کو متعارف کرانے کے لیے وفود بھیجے جائیں۔ آٹھویں قرار داد میں ہی یہ طے کیا گیا کہ کانگریس کا آئندہ اجلاس 28 دسمبر 1886ء کو کلکتہ میں ہوگا۔

اس طرح اس اجلاس کے سیاسی ڈھانچے کی بنیاد رکھ دی گئی۔ اس موقع پر قومی سطح کے رہنماؤں نے آپس میں طے کیا کہ متفقہ طور پر ایک ایسا فارمولا تیار کیا جائے کہ جس کے ذریعہ مختلف نوعیت کے قومی مسائل کو ترجیحی بنیاد پر حل کیا جا سکے۔ ایک فرق ضرور دیکھا گیا کہ کانگریس کے قیام کے وقت مکمل آزادی کا حصول، اس کے اغراض و مقاصد کی پالیسیوں میں شامل نہیں تھا۔ بلکہ کانگریسی رہنما تاجِ برطانیہ کے زبردست حامی تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ کانگریس پارٹی کے قیام میں اولین محرک ڈاکٹر اے او ہیوم انگریز ہی تھے۔ یہاں تک کہ کانگریس کے اجلاس میں برٹش گورنمنٹ کی حمایت کا برملا اظہار کیا گیا۔ کانگریسی رہنماؤں کا ایسا خیال تھا کہ برٹش گورنمنٹ کی سرکاری مشنری کے ساتھ قریبی تعلق رکھا جائے تا کہ سماج سے بے انصافی اور بدعنوانی کا خاتمہ ہو سکے۔ یہ رہنما چاہتے تھے کہ ملک کو معاشی آزادی حاصل ہو تا کہ عوام کی غربت دور ہو فوجی اخراجات میں کمی کر کے یہ مقاصد حاصل کئے

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

جاسکتے تھے۔

اسی ابتداء کے ساتھ کانگریس نے اپنا سیاسی سفر جاری کیا اور ہر سال ملک کے کسی نہ کسی شہر میں کانگریس کا اجلاس ہوتا رہا اور ملک کے وطن پرست قومی رہنما اپنے اپنے خیالات پیش کرتے رہے اور صلاح ومشورہ کرتے رہے۔اس پارٹی کے پلیٹ فارم سے ان قومی رہنماؤں نے برٹش گورنمنٹ کو احساس دلایا کہ عوامی مفادات کو کس حد تک نظر انداز کیا جارہا ہے۔کانگریس کے اس سیاسی سفر میں وقت کے گذرنے کے ساتھ گاندھی، نہرو اور مولانا آزاد جیسی شخصیت شامل ہوگئیں جن کی قومی خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔

مشقی سوالات

1. آل انڈیا نیشنل کانگریس کی قومی خدمات پر روشنی ڈالیے۔
2. انڈین نیشنل کانگریس کی تاریخ بیان کیجیے۔

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام

تحریک آزادیٔ ہند کی تاریخ قومی سطح پر کئی نشیب وفراز سے گذری۔ بیسویں صدی کی ابتدا میں جدوجہد آزادی کے دوران ایک مرحلہ ایسا آیا کہ ہندوستان کے مسلمان جو شروع سے ہی اپنے ہندو بھائیوں کے شانہ بہ شانہ تحریک آزادی میں حصے لیتے آئے تھے۔1905ء میں مسلمان کانگریس پارٹی کے زیر سایہ گھٹن محسوس کرنے لگے۔ بنگال کی تقسیم کے معاملے میں مسلمانوں کے مفادات کو سخت نقصان پہنچا۔ ہوا یوں کہ 1905ء میں جب انگریزوں نے بنگال کی تقسیم کا فیصلہ کیا تو مشرقی بنگال کا حصہ ایسا تھا جہاں مسلمان اکثریت میں تھے اس لیے ملک کے ایک طبقہ کو بنگال کی یہ تقسیم ناگوار گذری۔ ایسے عناصر کانگریس میں بھی شامل تھے اور پارٹی کی منصوبہ سازی میں ان کا خاص عمل دخل رہتا تھا۔ کانگریس پارٹی میں بعض ایسے تھے جن کا ظاہر کچھ اور تھا اور باطن کچھ اور یعنی وہ دوہری شخصیت کے مالک تھے۔ مسلمانوں کے بعض قد آور لیڈروں کو ایسا محسوس ہونے لگا کہ کانگریس پارٹی تمام تر قربانیوں کے باوجود مسلم مفادات کو نظر انداز کر رہی ہے۔

اس صورت حال کو محمد علی جناح، مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی وغیرہ اچھی طرح سمجھ چکے تھے۔ رفتہ رفتہ اکثر مسلم لیڈران کو مذکورہ بالا عناصر کی یہ چال سمجھ میں آگئی۔ آخر کار مسلمانوں کے رہنما نواب وقار الملک نے یکم اکتوبر 1906ء کو وائسرائے ہند لارڈ منٹو کی خدمت میں ایک عرضداشت پیش کی جس میں مسلمانوں کی پوری حالت اور ان کے حقوق کی باتیں تفصیل سے بیان کی گئیں اور انہیں مسلمانوں کی شکایت سے خبردار کیا گیا۔ عرضداشت پیش کرنے والے اس وفد میں 35 مسلم لیڈران شریک تھے۔ جن میں سر آغا خان، نواب سر سلیم اللہ خان، نواب محسن الملک اور نواب وقار الملک خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

لارڈ منٹو نے اس عرضداشت کا جواب تو دیا لیکن الفاظ مبہم تھے اور ان میں ٹال مٹول کی باتیں کی گئی تھیں۔ اس وجہ سے مسلمان مطمئن نہیں ہو سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سارے ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنے رہنماؤں کے

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

مشورے سے یہ طے کیا کہ کانگریس چونکہ مسلمانوں کے مفاد کو پورا کرنے میں ناکام ہو چکی ہے اس لیے کانگریس سے الگ مسلمانوں کی ایک سیاسی جماعت قائم ہونا ضروری ہے۔ تاکہ ہم مسلمان اپنے مذہبی رسم و رواج کو از سر نو زندہ کر سکیں جسے مسلمانوں نے اپنی غفلت کی وجہ سے کھودیا ہے اور دوسرے کی چالبازیوں اور مکاریوں سے ان اسلامی روایات کو لٹنے نہ دیں۔

چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لیئے 30 ردسمبر 1906ء کو مشرقی بنگال کے ڈھاکہ شہر میں نواب سلیم اللہ کی کوششوں سے مسلمانوں کا ایک بڑا جلسہ ہوا جس کی صدارت نواب وقار الملک نے کی۔ جس میں پورے ہندستان سے مسلم لیڈران شریک ہوئے۔ مسلمانوں کے اس اجتماع میں آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔ اس طرح بنگال کی سرزمین (ڈھاکہ) سے مسلم لیگ کا جھنڈا تارا بن کر چمکا اور رفتہ رفتہ سارے ہندوستان میں لہرانے لگا۔ بنگال کے مسلم لیڈروں نے عام مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کا کام کیا اور انہیں نئے راستے پر لگادیا ورانہیں سمجھایا کہ دوسرے فرقہ کے لوگ مدت سے ان کی مذہبی روایات اور رسم و رواج کو دبانے اور کچلنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ اس لئے اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ وقت کے تقاضے اور دشمنوں کی چال کو سمجھیں اور ان حالات کا مقابلہ کرنے کی سوچیں اور غیروں کے دباؤ میں آکر اپنی مذہبی شان کو داغدار نہ کریں۔

نواب سر سلیم اللہ کا تعلق ڈھاکہ کے مشہور نواب خاندان سے تھا۔ سر سلیم اللہ مرحوم کی کوششوں سے ہی مسلمانوں میں نئی روح بیدار ہوئی اور ان مسلمانوں کے اتحاد سے ہی مسلم لیگ کی نئی جماعت کامیابی سے ہم کنار ہوئی۔ نواب سلیم اللہ کا خاندان مغلیہ سلطنت کے زمانے ہی سے عزت اور رتبے کا مالک تھا۔ خواجہ ناظم الدین جیسی شخصیت بھی اسی خاندان سے تھی۔ اس خاندان کے بہت سے بزرگ اور نوجوان آج بھی بڑی خوبیوں اور اعلیٰ رتبوں کے مالک ہیں۔ آج مشرقی بنگال میں اردو ادب کو جو فروغ حاصل ہوا ہے وہ اسی خاندان کی اعلیٰ خدمات کا نتیجہ ہے۔

ABDIEL SOLUTIONS ABSOL

سر سلیم اللہ مسلم لیگ کے بانیوں اور محرکوں میں تھے ان کے علاوہ محسن الملک، وقار الملک، سر آغا خان، مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی اور مولانا حسرت موہانی وغیرہ بھی مسلم لیگ کے بانیوں میں سے تھے۔ مسلم لیگ کے قیام کے بعد بھی مسلمان اس بات کی کوشش کرتے رہے کہ ہندوستان میں قومی شان سے زندہ رہیں اور اپنے

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

رسم ورواج کے مطابق ملک کے دوسرے فرقوں سے لڑائی جھگڑا نہ کر کے آپس میں مل جل کر رہیں اور تمام فرقے آپس میں اتحاد و اتفاق کی کوشش کریں۔

تحریک آزادی کی تاریخ میں ایک طویل مدت ایسی بھی گذری ہے کہ کانگریس اور مسلم لیگ میں شامل لوگ شانہ بہ شانہ مل کر اور متحد ہو کر برٹش گورنمنٹ کے خلاف ملک کی آزادی کے لیے جدوجہد کرتے رہے۔

1906ء سے 1914ء تک مسلم لیگ کے اجلاس ڈھاکہ، کراچی، امرتسر، دہلی، لکھنؤ، ناگپور، الہ آباد اور لاہور وغیرہ میں ہر سال پابندی کے ساتھ ہوتے رہے۔ اور ان میں مسلمانوں کے حقوق حاصل کرنے کی تجاویز کے ساتھ ہندو مسلم اتحاد کی تجاویز بھی پاس ہوتی رہیں۔ ادھر ہندو لیڈر گاندھی جی، موتی لال نہرو اور جواہر لال نہرو وغیرہ بھی مسلمانوں سے دوستی و ہمدردی کا اظہار کرتے رہے۔

نواب سلیم اللہ مرحوم اور آغا خاں کے انتقال کے بعد مسلم لیگ کی قیادت محمد علی جناح کے ہاتھوں میں آئی۔ جناح کی کامیاب قیادت کے نتیجہ میں گرچہ کانگریس سے مسلم لیگ کے راستے الگ ضرور ہو گئے لیکن تحریک آزادی پاکستان کے قیام کی تجاویز میں بھی اضافہ ہوا۔ بالآخر اگست 1947ء میں کانگریس اور مسلم لیگ کی متحدہ جدوجہد سے ملک آزاد تو ہو گیا لیکن تقسیم کی صورت میں ایک گہرا زخم بھی لگا گیا جو انگریزوں کی 'لڑاؤ اور حکومت کرو' کی پالیسی کا حصہ تھا۔ اس طرح انگریز اس پالیسی میں کامیاب رہے۔

مشقی سوالات

1. مسلم لیگ کے قیام کے اسباب پر روشنی ڈالیے۔
2. محمد علی جناح کی شخصیت سے اپنی واقفیت کا اظہار کیجیے۔

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

خلافت تحریک

خلافت تحریک ہندوستان کی جدوجہد آزادی کی تاریخ کا ایک اہم حصہ تھی۔ جس کے محرک بنیادی طور پر ہندوستانی مسلمان تھے۔ خلافت تحریک کا اپنا ایک تاریخی پس منظر تھا۔ پہلی عالمی جنگ کے نتیجہ میں ہندوستانی مسلمان مشرق وسطی کے واقعہ سے زیادہ دلچسپی لے رہے تھے۔ عالمی جنگ کو وہ اسلام کے خلاف سازش سمجھ رہے تھے۔ عالمی جنگ کے نتیجہ میں ترکی سلطنت کے ٹکڑے ہوگئے تھے۔ ترکی کا سلطنت عالم اسلام کا خلیفہ بھی سمجھا جاتا تھا اس لیے ساری دنیا کے مسلمان ترکی کے خلیفہ سے جذباتی وابستگی رکھتے تھے۔

1914ء میں گاندھی جی کو انگلستان سفر کے دوران عیسائیت اور اسلام کی کشمکش کا اندازہ ہوگیا تھا جس نے سیاسی طور سے ہندوستانی مسلمانوں میں ہیجان پیدا کردیا تھا۔ مسلم لیڈران نے گاندھی جی سے خلافت کے مستقبل کے بارے میں ان کی رائے جاننی چاہی، گاندھی جی نے اپنے مسلمان ہم وطنوں کو صبر سے کام لینے اور گہری مایوسیوں کے باوجود تشدد کے ہر خیال کو دل سے نکال دینے کا مشورہ دیا۔ مولانا محمد علی تحریک خلافت کے اہم لیڈروں میں تھے۔ نومبر 1918ء میں جنگ کے خاتمے پر خلافت کا مسئلہ تحریک کی شکل اختیار کرگیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شکست خوردہ ترکی سلطنت سے تھریس کے علاوہ عرب صوبے اور ایشیائے کوچک کے بہترین حصے چھین لیے جائیں گے۔ ترکی کا سلطان اب عالم اسلام کے خلیفہ کی حیثیت سے کام نہیں کرسکتا تھا۔ اسی صورت حال میں دسمبر 1919ء میں مولانا محمد علی اور ان کے بھائی مولانا شوکت علی کی رہائی ہوگئی جس کے نتیجہ میں خلافت تحریک میں ایک نئی جان پڑگئی اور تحریک خلافت کے اعلیٰ رہنماؤں کی ایک میٹنگ ہوئی جس میں گاندھی جی کو بھی مدعو کیا گیا۔ گاندھی جی نے خلافت تحریک کے موضوع پر ایک مرکزی کمیٹی بنانے کی تجویز پیش کی جو مولانا ابوالکلام آزاد، حکیم اجمل خاں اور گاندھی جی پر مشتمل تھی۔

فروری 1920ء میں کلکتہ میں مولانا آزاد کی صدارت میں ایک خلافت کانفرنس ہوئی۔ اسی دوران ترکی

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

سے انگریزوں کے صلح نامہ کی اشاعت نے مسلمانوں میں مزید بے چینی پیدا کردی۔ ترکی سے اس نرمی کا برتاؤ نہیں کیا گیا جس کی مسلمان توقع رکھتے تھے اور جس کے لیے وہ برابر جدوجہد کررہے تھے۔ الٹے وائسرائے نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے ہم مذہب ترکوں کے زوال کو صبر وسکون کے ساتھ برداشت کرلیں۔ ہندوستان کو یہ طفل تسلی معلوم ہوا۔ اس تسلی سے ہندوستانی مسلمان حددرجہ مایوس ہوگئے۔ وہ فوری طور پر خلافت کے مسئلہ پر کچھ نہ کچھ کرنا چاہتے تھے۔ اس کے لیے جون 1920ء میں الہ آباد میں خلافت کمیٹی کا ایک جلسہ ہوا جس میں متفقہ طور پر گاندھی جی کی عدم تعاون تحریک کو منظوری دی گئی۔ بلکہ گاندھی جی کو یہ بھی اختیار دیا گیا کہ وہ خلافت کے موضوع پر وائسرائے ہند سے بات کریں۔ گاندھی جی نے نہ صرف یہ کہ وائسرائے سے بات کی بلکہ کانگریس کمیٹی کے اجلاس میں بھی خلافت کے مسئلہ کو اہم موضوع بنا کر پیش کیا اب تحریک خلافت کی قیادت بہت حد تک گاندھی جی کے ہاتھوں میں آچکی تھی۔ چونکہ گاندھی جی نے تحریک خلافت سے ہمدردی اور معاونت کا وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ 20/جنوری 1920ء کو دہلی میں ایک جلسہ ہوا جس میں لوک مانیہ تلک اور دوسرے کانگریسی لیڈران بھی شریک ہوئے اور سبھوں نے مسلمانوں کے موقف خلافت کے ساتھ اپنی مدد کا وعدہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت کے مسئلہ پر ہندو مسلمان میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوا۔ خلافت تحریک کی یہ ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔ وائسرائے اور لندن صلح کانفرنس میں وفد لے جانے کے بارے میں جو تجاویز مولانا آزاد اور علی برادران کے قید و بند کے بارے میں منظور ہوئی تھیں۔ ان حضرات کی رہائی کے بعد ان پر دوبارہ غور کیا گیا اور طے پایا کہ خلافت کے موضوع پر ایک وفد لندن لے جایا جائے۔ مولانا محمد علی جوہر کی قیادت میں ایک وفد لندن گیا بھی لیکن گفتگو ناکام ہوگئی اور وفد کو بے نیل ومرام واپس لوٹنا پڑا۔

خلافت کمیٹی کے وفد کی ناکامی کے اسباب میں ایک سبب حکومت برطانیہ کی پالیسی خلافت تحریک کے تعلق سے ٹال مٹول اور لیپا پوتی کی تھی، خلافت ترکی کی معزولی کے تعلق سے برطانیہ میں عام طور سے یہ بات کہی جاتی تھی کہ جو سلوک ترکوں کے ساتھ کیا گیا وہ اس سے زیادہ کے حقدار نہیں تھے۔ ہندوستان میں وائسرائے اپنی نجی محفلوں میں اس حقیقت کو تسلیم کرتے تھے کہ ترکوں کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے لیکن چونکہ برطانیہ حکومت کی اعلیٰ پالیسی کا مسئلہ تھا اس لیے وہ خاموشی میں ہی اپنی عافیت سمجھتے تھے۔ اس سلسلے میں گاندھی جی کا جواب یہ تھا کہ

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

وائسرائے کو ہندوستانی مسلمانوں کی خلافت تحریک کی سربراہی کرکے اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔

گاندھی جی نے ہندوؤں سے بھی اپیل کی کہ ایک برادرِ وطن جماعت کا ان پر بھی حق ہے۔ اور وہ اس فرض کو پورا کریں۔ ان کا دکھ ہمارا دکھ ہے پھر صدیوں تک ہندو مسلم اتحاد کا یہ سنہرا موقع ہاتھ نہیں آئے گا۔ انہوں نے اس حقیقت کو تسلیم کرلیا کہ خلافت خالص مسلمانوں کا ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے۔ لیکن جہاں تک ہندوستانی مسلمانوں کا تعلق ہے تو تحریک خلافت ہندوستان کی آزادی سے بھی جڑا ہوا مسئلہ ہے۔ ایک غلام ہندوستان مظلوم جو خود آزاد نہیں ہے وہ ترکی کی مدد کیسے کرسکتا ہے؟ ایک مفلوج انسان دوسروں کے لیے کیا کرسکتا ہے اگر وہ کچھ کرسکتا ہے تو اسے پہلے اپنے فالج سے نجات حاصل کرنا چاہیے۔

جب انڈین نیشنل کانگریس نے اپنے ستمبر 1920ء کے خصوصی اجلاس میں عدم تعاون تحریک کے پروگرام کو منظور کرلیا تو گاندھی جی لازمی طور پر قومی تحریک عدم تعاون اور خلافت تحریک دونوں کے قائد بن گئے۔ انہوں نے خلافت کے موضوع پر مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی دونوں کے ساتھ پورے ہندوستان کا دورہ کیا۔ اس وقت ہندو مسلم اتحاد اپنے نقطۂ عروج کو پہنچ گیا۔ گاندھی جی کی بات ہندو اور مسلمان دونوں دھیان سے سنتے تھے۔ ہندو مسلم اتحاد کا ایسا نظارہ تحریک آزادی کی تاریخ میں کبھی نہیں دیکھا گیا۔

نتائج کے اعتبار سے گرچہ تحریک خلافت کو ناکام ہی کہا جائے گا لیکن مقاصد کے اعتبار سے اس تحریک نے بہت حد تک کامیابی حاصل کرلی۔ خلافت تحریک کے ذریعہ ہی ملک کے ہندو اور مسلمانوں نے بے مثال اتحاد کا مظاہرہ کیا جس کی وجہ سے تحریک خلافت کو آزادی کی تاریخ کا ایک روشن باب کہا جاسکتا ہے۔

مشقی سوالات

1. تحریک خلافت کے پس منظر پر روشنی ڈالیے۔
2. کیا خلافت تحریک کو ہندوستان کے دیگر فرقوں کے درمیان مقبولیت حاصل ہوئی؟

ABDIEL SOLUTIONS ABSOL PATNA

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

ترک موالات

1919ء کے جلیان والا باغ گولی کانڈ سے گاندھی جی سمیت تمام کانگریسی رہنما ناراض ہو گئے۔ اس خوں چکاں واقعہ سے ہندوستانی عوام میں ناراضگی پھیل گئی۔ اس ناراضگی کے نتیجہ میں گاندھی جی نے ترک موالات تحریک شروع کرنے کا فیصلہ لیا۔ تو بہار کانگریس نے بھی ستمبر 1920ء سے پہلے ترک موالات تحریک کی حمایت کا اعلان کر دیا اور تحریک میں پر جوش اور سرگرم حصہ لیا۔ 31 / جولائی 1920ء کو بہار کی صوبائی کانگریس کمیٹی نے عدم تعاون کے اصول کو عملاً بھی تسلیم کر لیا اور کمیٹی کے اس فیصلے کو اگست 1920ء کی بہار صوبائی کانفرنس نے بھاگلپور اجلاس میں تجویز کے طور پر منظوری دے دی۔ کلکتہ میں کانگریس کے خاص اجلاس میں قومی تحریک کے لیے جو پروگرام مرتب کیے گئے بہار کانگریس نے اس پروگرام پر بے خوفی کے ساتھ عمل کیا۔ گاندھی جی نے جب دسمبر/1920ء میں بہار کا دورہ کیا تو بہاری کانگریسیوں کی ان کاموں سے بڑی حوصلہ افزائی ہوئی۔ اس طرح ترک موالات کی تحریک صوبہ بہار کے چپہ چپہ میں پھیل گئی۔ بہت سارے بہاریوں نے سرکاری ملازمتوں کو خیر باد کہہ دیا۔ وکلاء نے وکالت کے پیشہ کو چھوڑ دیا۔ طلبہ نے سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں جانا چھوڑ دیا۔ اس تحریک نے بہار میں اس قدر زور پکڑ لیا کہ اپریل 1921ء میں پٹنہ، پورنیہ، مونگیر اور چمپارن ضلعوں میں پولس نے ہڑتال کر دی۔ جن گرفتار شدگان پر عدالتی کارروائی ہو رہی تھی وہاں عدالت کے اندر اور باہر زوردار مظاہرے ہوئے۔ ملک کے سوراج فنڈ میں بہاریوں نے دل کھول کر چندہ دیا۔ یہاں تک کہ بہاری عورتوں نے اپنے جسم سے زیور نکال کر دینا شروع کر دیا۔ 17 / نومبر 1921ء کو جب پرنس آف ویلس نے ہندوستان کی سرزمین پر قدم رکھا پھر 22 / 23 / نومبر کو جب وہ پٹنہ تشریف لائے تو پٹنہ شہر کے دکانداروں نے پرنس آف ویلس کے خلاف ناراضگی و نفرت کے اظہار کے لیے احتجاجاً اپنی دکانیں بند رکھیں۔ برٹش گورنمنٹ نے کانگریسی کارکنوں کی ایک بڑی تعداد کو گرفتار کر لیا اور 1922ء میں گاندھی جی کو بھی گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

1922ء میں گیا میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا ایک یادگار اجلاس ہوا جس کی صدارت دیش بندھو چترنجن داس نے کیا۔ اس تاریخی اجلاس میں متفقہ طور پر یہ تجویز پاس ہوئی کہ قانون ساز اداروں میں داخلہ کے لیے کانگریس کو انتخاب لڑنا چاہیے۔ کانگریس کے گیا اجلاس کے بعد ڈاکٹر راجندر پرشاد کو ہی آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا صدر منتخب کیا گیا اور جب تک ڈاکٹر راجندر پرشاد کانگریس کے صدر رہے۔ کانگریس کا مرکزی دفتر پٹنہ میں ہی رہا۔ ادھر رانچی کے تانا بھگت لوگ بھی گیا کے کانگریس اجلاس سے بہت متاثر ہوئے اور ترک موالات تحریک کو نہایت شدت سے آگے بڑھایا۔

ناگپور میں جب گاندھی نے ستیہ گرہ شروع کیا تو اس میں بھی بہار کے لوگوں نے نہایت جوش اور سرگرمی سے حصہ لیا۔ یہاں تک کہ ہزاروں کانگریسی رضا کار بہار سے مہاراشٹر چلے گئے۔ ان بہاری رضا کاروں کی قیادت ڈاکٹر راجندر پرشاد کر رہے تھے۔ اسی دوران ایک نئی سیاسی پارٹی کا قیام عمل میں آیا۔ جس کا نام 'سوراج پارٹی' رکھا گیا۔ سوراج پارٹی کے قیام کا مقصد ہی قانون ساز اسمبلی کے انتخاب میں حصہ لینا تھا۔ چنانچہ اس پارٹی نے قانون ساز اسمبلی کے انتخاب میں سرگرم حصہ لیا۔ ابتدائی طور پر میونسپلٹی اور ضلع بورڈوں کے انتخاب میں کانگریسی امیدواروں کو زبردست اکثریت حاصل ہوئی۔

5 رفروری 1924ء کو برٹش گورنمنٹ نے گاندھی جی کو جیل سے رہا کر دیا۔ اسی سال گاندھی جی آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے صدر منتخب ہوئے۔ اس وقت تک ترک موالات کی تحریک عملاً ختم ہو چکی تھی۔ اب گاندھی جی کے تعمیری اور مثبت کاموں کے پروگرام پر زیادہ زور دیا جانے لگا۔ اس موقع سے گاندھی جی کانگریس میں واحد طاقت ور رہنما بن کر ابھرے۔ اب ان کے مقابلہ میں کوئی رہنما نہیں رہا۔ گاندھی جی کے اس تعمیری پروگرام میں بہار کے لوگوں کی خدمات قابل قدر ہیں۔ اب کھادی کپڑوں کے استعمال پر زیادہ زور دیا جانے لگا۔ کھادی کا کپڑا بنانے کے لیے چرخہ کا استعمال کیا گیا۔ بہار میں ہزاروں مقامات پر چرخہ پر کھادی کے کپڑے بنے جانے لگے۔ بھاگلپور کپڑے کی صنعت میں ہینڈ لوم اور پاور لوم اسی چرخے کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ کھادی کی صنعت کے لیے صوبہ بہار ایک اہم مرکز بن گیا۔ یہاں تک کہ 1925ء میں پٹنہ میں سوت تیار کرنے والے تاجروں کی ایک آل انڈیا تنظیم قائم ہوئی۔ اس طرح بہار والوں نے تحریک آزادی سے متعلق تمام پروگرام کو بشمول ترک موالات اپنے جذبۂ ایثار

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

وقربانی سے کامیاب بنانے میں اہم رول ادا کیا۔

مشقی سوالات

1. جدوجہد آزادی کے پس منظر میں تحریک ترک موالات سے اپنی واقفیت کا اظہار کیجیے۔
2. تحریک ترک موالات کی تاریخی اہمیت پر روشنی ڈالیے۔

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

تحریک عدم تعاون

تحریک آزادی کی تاریخ میں 1920ء ایک تاریخ ساز سال رہا ہے۔ گاندھی جی جواب تک برٹش گورنمنٹ اور عوام سے ہر مرحلے میں تعاون کرتے رہے۔ اب انہوں نے اچانک گورنمنٹ سے عدم تعاون کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اس فیصلہ نے رفتہ رفتہ تحریک کی شکل اختیار کرلی جسے آزادی کی تاریخ میں عدم تعاون تحریک کے نام سے جانا جاتا ہے۔

عدم تعاون تحریک کے دو تاریخی اسباب تھے۔ اول یہ کہ خلافت کے معاملے میں برٹش گورنمنٹ نے مسلمانوں سے وعدہ خلافی کی۔ دوسرے یہ کہ پنجاب کے واقعات خصوصاً جلیان والا باغ گولی کانڈ میں انگریزوں نے تحقیق کے لیے ہنٹر کمیشن قائم تو کیا لیکن لیپا پوتی کرکے واقعات کی نزاکت کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ ان واقعات کا گاندھی جی کے ذہن پر بہت زبردست اثر پڑا اور نتیجہ یہ ہوا کہ برٹش گورنمنٹ سے گاندھی جی کا اعتماد ختم ہوگیا اور انہوں نے مجبور ہوکر گورنمنٹ کے خلاف عدم تعاون تحریک چلانے کا فیصلہ کیا۔

27 رمئی 1920ء کو ہنٹر کمیشن کی رپورٹ شائع ہوئی جس میں ہندوستانی مظلومین کے مفادات کو مکمل طور پر نظر انداز کیا گیا اور انگریزوں کے مظالم سے چشم پوشی کی گئی۔ رپورٹ کی اشاعت کے دو دنوں کے بعد 30 رمئی 1920ء آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی ایک میٹنگ بنارس میں ہوئی جس میں سخت احتجاجی تجاویز منظور کی گئیں اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ اہم قومی امور پر غور کرنے کے لیے کانگریس کا ایک خصوصی اجلاس بلایا جائے۔ مہاتما گاندھی کا ارادہ تھا کہ عام اجلاس میں قومی لیڈروں کے سامنے عدم تعاون تحریک کے اغراض و مقاصد کو تفصیل سے بیان کیا جائے۔ چنانچہ 2 رجون 1920ء کو الہ آباد میں ایک خصوصی اجلاس بلایا گیا۔ شریک کار رہنماؤں نے اجلاس کے پروگرام کو منظوری دے دی۔ اجلاس کی تفصیلات تیار کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی۔ کمیٹی نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ عدم تعاون تحریک کے پہلے مرحلہ کے طور پر اسکولوں، کالجوں اور عدالتوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

ادھر آل انڈیا خلافت کمیٹی نے بھی گاندھی جی کی قیادت میں عدم تعاون تحریک میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اب عدم تعاون تحریک کا خاکہ پورے ملک کے سامنے پیش کر دیا گیا اور یکم اگست 1920ء کو گاندھی جی نے اس تحریک کا باضابطہ آغاز کیا۔ اس سلسلے میں گاندھی جی اور علی برادران نے پورے ملک کا طوفانی دورہ کیا اور عوام کے سامنے تحریک کی تفصیلات پیش کیں اور تحریک کی حمایت میں رائے عامہ تیار کیا۔ عدم تعاون تحریک پر عمل کرنے کے لیے صوبائی کانگریس کمیٹیوں سے بھی رائے مانگی گئی تھی۔ سبھی کمیٹیوں نے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے فیصلوں کی تائید تحریری طور پر کر دی۔ برٹش گورنمنٹ کو اس کی غلطی کا احساس دلانے کے لیے ستمبر 1920ء میں کلکتہ میں کانگریس کا ایک عام اجلاس بلایا گیا۔ اس اجلاس میں ہنٹر کمیشن کی ایک طرفہ رپورٹ پر ناراضگی کا اظہار کیا گیا اور برٹش گورنمنٹ کی ہٹ دھرمی والی پالیسی پر عوام کی ناراضگی اور عدم تعاون تحریک کے تعلق سے تجاویز پیش کی گئیں اور ہنٹر کمیشن کی رپورٹ کو نا قابل قبول قرار دے دیا گیا۔ تجاویز پر گرما گرم بحث شروع ہوگئی اگرچہ اکثریت نے تحریک کی حمایت میں رائے دی لیکن اس اجلاس میں بعض کانگریسی عدم تعاون تحریک کے مخالف بھی تھے۔ چنانچہ ان مخالفین نے تحریک عدم تعاون کی تجویز کی مخالفت بھی کی۔

قرارداد میں مزید یہ بھی کہا گیا کہ مخالفت کے باوجود ہندوستانی عوام کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ گاندھی جی کی عدم تعاون پالیسی کو اختیار کیا جائے تاکہ برٹش گورنمنٹ کی غلطیوں کا ازلہ کیا جائے اور سوراج قائم کیا جائے۔ عدم تعاون تحریک کو عملی جامہ پہنانے کے لیے درج ذیل اصول طے کیے گئے:

1. خطابات واعزازات لوٹائے جائیں اور مقامی اداروں کے ممبران استعفیٰ دیں۔
2. حکومت کے دربار میں شرکت نہیں کی جائے۔
3. طلبہ کو سرکاری اسکولوں سے ہٹایا جائے۔
4. وکیل اور مدعی برطانوی عدالتوں کا بائیکاٹ کریں۔
5. فوجی کلرک اور مزدور اپنی خدمات کا بائیکاٹ کریں۔
6. اصلاح شدہ کانسلوں سے امیدوار اپنی امیدواری واپس لیں اور ووٹر ووٹ نہ دیں۔
7. غیر ملکی اسکولوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔ سودیشی کپڑوں کا استعمال کیا جائے اور اگر یہ کپڑا نہ ملے تو گھر گھر

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

چرخے کو رواج دیا جائے۔

مہاراشٹر اور بنگال صوبے کو چھوڑ کر پورے ملک سے عدم تعاون تحریک کو حمایت حاصل ہوئی۔ مذکورہ بالا اصولوں پر سختی سے عمل کیا گیا خصوصاً ملک کے نوجوان طبقہ نے تحریک کو جوش وخروش کے ساتھ اپنا عملی تعاون پیش کیا۔

1924ء میں ملک کی تمام علاقائی پارٹیوں کی حمایت حاصل کرنے کے لیے گاندھی جی اور جواہر لال نہرو نے متفقہ فیصلہ کیا کہ ملک کے مفاد میں اور جلد آزادی حاصل کرنے کے مقصد کے پیش نظر عدم تعاون تحریک کو معطل کر دیا جائے۔

مشقی سوالات

1. تحریک عدم تعاون کی نوعیت پر اظہار خیال کیجیے۔
2. عدم تعاون تحریک کی روشنی میں گاندھی جی کی شخصیت کا جائزہ لیجیے۔

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

اپنی تنظیم کا ایک طویل میٹنگ کیا۔ اس تنظیم کا نام بدل کر سوشلسٹ ری پبلکن آرمی نام رکھا گیا۔ اس جماعت کے افسر اعلیٰ چندر شیکھر آزاد تھے جن کی برطانوی پولس کو شدت سے تلاش تھی۔ آخر کار وہ پولس کے ہاتھ لگے اور پولس سے مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے۔ اب اس جماعت کا صدر دفتر آگرہ میں منتقل ہوگیا۔ اسی سال لالہ لاجپت رائے کا پولس کی شدید مار کی وجہ سے انتقال ہوگیا۔ اب بھگت سنگھ سوشلسٹ پارٹی کے روح رواں بن گئے۔ ایک انقلابی رہنما کی حیثیت سے پولس کو بھگت سنگھ کی تلاش تھی کیونکہ پولس کی نظروں میں بھگت سنگھ مفرور تھے۔

1928ء میں کانگریس کا اجلاس کلکتہ میں ہونے والا تھا۔ کلکتہ میں بھگت سنگھ باغی جماعتوں کے خفیہ دستے میں شامل ہوگئے۔ وہ ملک کو آزاد کرانے کے لیے ہتھیار بند بغاوت کے ذریعہ آخری کوشش کرنا چاہتے تھے۔ اسی دوران 8 اپریل 1929ء کو دہلی میں عجیب وغریب واقعہ پیش آیا۔ بھگت سنگھ کی پارٹی سوشلسٹ ری پبلکن پارٹی کے دو ارکان اسمبلی ہال میں اجلاس کے دوران گھس گئے اور سرکاری افسران کی طرف دو طاقتور بم پھینکے، جس سے اسمبلی ہال تھرا اٹھا۔ بم پھینکنے والے بھگت سنگھ اور بی۔ کے۔ دت تھے۔ آخر ان دونوں کو گرفتار کرلیا گیا اور طویل مقدمہ کے بعد دونوں کو عمر قید کی سزا دی گئی اور دوسرے رکن جے۔ این سانیال بھی گرفتار کرلیے گئے۔

سردار بھگت سنگھ جیل میں بھی اپنی انقلابی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے تھے۔ جیل سے باہر کی دنیا کے لوگ بھی ان کی سرگرمیوں سے واقف تھے۔ چنانچہ انہیں پورے ملک کے انقلاب پسندوں کے بیچ کافی شہرت ومقبولیت حاصل ہوگئی۔ اب وہ ہندوستان میں انقلاب کی علامت بن چکے تھے۔ آخر کار 17 اکتوبر 1930ء کو ایک اسپشل ٹریبونل عدالت نے سکھد یو، شیورام راج گرو اور سردار بھگت سنگھ کو پھانسی کی سزا سنائی۔ عدالت کے اس فیصلے کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی۔

دہلی، بمبئی، کانپور، الہ آباد اور بنارس وغیرہ مقامات پر بے شمار کامیاب جلسے ہوئے اور ان جلسوں میں سردار بھگت سنگھ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ عقیدت کا اظہار کیا گیا۔ آخر کار 23 مارچ 1931ء کو سوموار کے دن صبح ساڑھے سات بجے بھگت سنگھ اور ان کے ساتھیوں کو پھانسی دے دی گئی۔

مشقی سوالات

1. ایک انقلابی کی حیثیت سے بھگت سنگھ کا جائزہ لیجیے۔
2. بھگت سنگھ کی پھانسی کے واقعہ پر روشنی ڈالیے۔

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

بھارت چھوڑو تحریک

جدوجہد آزادی کی تحریک مختلف مراحل سے گذرتے ہوئے اب فیصلہ کن موڑ پر پہنچ چکی تھی۔ گاندھی جی کے ذہن میں یہ خیال رفتہ رفتہ پختہ ہوتا جارہا تھا کہ ہندوستان کو جاپان کے حملہ کے خطرے سے بچانے کا واحد راستہ یہ ہے کہ ہندوستان کو مکمل آزادی حاصل ہوجائے۔ اس کے لیے برٹش گورنمنٹ اور انگریزوں کا ملک چھوڑ دینا بہت ضروری ہے۔ آخر کار گاندھی جی نے فیصلہ کرلیا کہ وہ خود ہی علم بغاوت بلند کریں گے اور انگریزوں سے ہندوستان چھوڑ دینے کا براہ راست مطالبہ کریں گے۔

اس سلسلہ میں کانگریس ورکنگ کا 1942ء کے ماہ جولائی میں واردھا میں ایک اجلاس ہوا جس میں ایک ہفتہ تک بھارت چھوڑو تحریک کے موضوع پر گرما گرم بحث ہوتی رہی اس میں کرپس مشن کی ناکامی پر بھی بحث ہوئی۔ کرپس مشن کی تجاویز سے یہ صاف ظاہر ہوگیا تھا کہ ہندوستان کے تعلق سے برٹش گورنمنٹ کے رویہ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔ اس کی وجہ سے سرکار سے کانگریس کا ٹکراؤ ناگزیر ہوگیا۔ چنانچہ کافی غور وخوض کے بعد ایک قرار داد منظور کیا گیا جس میں گذشتہ واقعات بیان کرتے ہوئے 'انگریزو بھارت چھوڑو' کی تحریک سے متعلق تفصیلات بیان کی گئیں جن میں دیگر اہم مسائل جیسے ہندوستان کو جاپانی حملہ کے خطرہ سے بچانا، فرقہ وارانہ مسئلہ کو حل کرنا وغیرہ شامل تھے۔ ان مسائل کے حل اسی وقت ممکن ہوسکتے تھے جب انگریز بھارت چھوڑ کر چلے جائیں اور ملک آزاد ہوجائے۔ اس لیے کہ انگریزوں کی پالیسی ایسی تھی کہ اس کی موجودگی میں مذکورہ مسائل حل نہیں ہوسکتے تھے۔ اس تجویز میں یہ بھی واضح کیا گیا کہ انگریزوں کے بھارت چھوڑنے کا یہ مطلب قطعی نہیں تھا کہ سارے انگریز چلے جائیں بلکہ وہ انگریز جنھوں نے ہندوستان کو اپنا وطن سمجھ لیا ہے وہ ہندوستان میں رہ سکتے ہیں صرف حکمراں طبقہ کو ہندوستان چھوڑ کر چلے جانا ہے۔

اس طرح انگریزوں کی پرامن واپسی کے نتیجہ میں ہندوستان میں ایک پائیدار عبوری حکومت قائم کرنے

ABDIEL SOLUTIONS ABSOL PATNA

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

میں مدد ملے گی۔ کانگریس جلدی میں کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتی تھی لیکن اگر ان معقول تجاویز کو منظور نہیں کیا گیا تو پھر وہ سیاسی حقوق اور آزادی کے حصول کی خاطر عدم تشدد کے تمام حربے استعمال کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔ اور اتنی بڑی جدوجہد کی قیادت لازمی طور پر گاندھی جی کے ہاتھوں میں ہوگی۔

قرارداد کو اتفاق رائے سے منظور کرلیا گیا۔ اب بھارت چھوڑو تحریک کو عملی شکل دینے کے لیے ملک کا ہر شخص بے چین ہو اٹھا۔ اس بے چینی میں انتظار کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اس تاریخی موقع پر گاندھی جی نے کہا:

'یہ ایک عوامی جدوجہد ہوگی۔ اس میں کوئی راز نہیں ہے۔ یہ ایک کھلی ہوئی مہم ہوگی۔ میں کمانڈر یا کنٹرولر کی حیثیت سے نہیں بلکہ آپ سب کے اطاعت گزار خادم کی حیثیت سے اس مہم کی قیادت اپنے ہاتھ میں لیتا ہوں۔ میں آپ کے تمام مصائب میں شریک بننا چاہتا ہوں۔'

ادھر برٹش گورنمنٹ نے بھی اپنی پرانی سامراجی پالیسی کے تحت بھارت چھوڑو تحریک سے نپٹنے کے لیے پہلے سے ہی سارے انتظامات کر لیے تھے۔ چنانچہ 8 اگست 1942ء کو آدھی رات کو گاندھی جی سمیت تمام کانگریس لیڈران کو گرفتار کرلیا گیا۔ کانگریس کی تمام صوبائی کمیٹیوں کو غیر قانونی قرار دے کر ان کے رہنماؤں کو گرفتار کرلیا گیا۔ ممبئی میں پولس نے کانگریس کے دفتر پر قبضہ کرلیا۔ تمام جلسہ جلوس کو ممنوع قرار دیا گیا۔ ایک بڑی ریلی پر آنسو گیس چھوڑے گئے اور لاٹھی چارج کیا گیا۔

برٹش سرکار کے اس جابرانہ عمل سے عوام بری طرح مشتعل ہو گئے۔ سرکار سمجھتی تھی کہ تحریک کے آغاز میں ہی لیڈروں کو عوام سے الگ کر کے وہ معاملے کو دبا سکتی ہے لیکن انگریزوں کا یہ خیال غلط نکلا اور عوام کا اشتعال رنگ لایا اور پرتشدد مظاہرے ہونے لگے جن پر طیاروں سے فائرنگ کی گئی۔ عوام کا غصہ اور بڑھ گیا۔ اب ریلوے لائن اکھاڑے جانے لگے۔ پوسٹ آفس اور پولس اسٹیشن کو جلانے کا سلسلہ چل نکلا۔ اس قسم کے دوسرے واقعات بھی ہوتے رہے اور ان کو دبانے کی کوشش بھی ہوتی رہی۔ تشدد کا یہ سلسلہ تین مہینے تک چلتا رہا اور اس کے ساتھ ساتھ سرکار کا ظلم بھی جاری رہا۔ مشین گن سے فائرنگ نیز دوسری فائرنگ کے علاوہ مدنا پور آشتی اور چمور میں عوام پر زبردست مظالم ڈھائے گئے۔ پورے پورے گاؤں کو کوڑے مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ بنارس ہندو یونی ورسٹی بند کر دی گئی اور اس پر فوج نے قبضہ کرلیا۔

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

اگست سے دسمبر 1942ء تک کے عرصہ کی گورنمنٹ آف انڈیا کی رپورٹ کے مطابق پولس نے کم از کم 538 مرتبہ مظاہرہ کرنے والے مجمع پر گولیاں برسائیں جس کے نتیجے میں940 افراد ہلاک اور1630 افراد زخمی ہوئے۔لیکن جواہر لعل نہرو کا اندازہ تھا کہ دس ہزار لوگ ہلاک اور ساٹھ ہزار لوگ گرفتار ہوئے۔

اس طرح دسمبر 1942ء میں یہ تحریک یعنی 'انگریزو بھارت چھوڑو تحریک' بظاہر بغیر کسی نتیجہ کے اپنے انجام کو پہنچی۔لیکن اس تحریک کے دوررس نتائج مرتب ہوئے۔ یہ تحریک دراصل 1947ء کی آزادی کا زبردست پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

مشقی سوالات

1. بھارت چھوڑو تحریک کی تاریخی حیثیت پر روشنی ڈالیے۔
2. کیا بھارت چھوڑو تحریک نے ملک کی آزادی کو قریب تر کر دیا؟ بحث کیجیے۔

ABDIEL SOLUTIONS ABSOL PATNA

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

تقسیم ملک اور آزادی

ہندوستان میں جدوجہد آزادی کی ایک طویل تاریخ رہی ہے۔ آزادی کی اس طویل لڑائی کو ہمارے قومی رہنماؤں نے، جس میں ہر مذہب اور ہر طبقہ کے رہنما شامل تھے، اتحاد و اتفاق کے ساتھ انجام کو پہنچایا۔ یہ ہماری قومی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ ہمارے قومی رہنماؤں کی بے مثال قربانیوں اور مضبوط اتحاد نے انگریزوں کو اس بات پر مجبور کردیا کہ وہ اس ملک کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ آخر کار 15 راگست 1947ء کو وہ سنہرا دن بھی آیا جب پنڈت جواہر لال نہرو وزیراعظم ہند نے لال قلعہ کی بلند فصیل سے ملک کی آزادی کا اعلان کیا۔

ملک آخر کار انگریزوں کی غلامی سے آزاد تو ہو گیا لیکن تقسیم کا ایک گہرا زخم بھی دے گیا۔ آزادی کے ساتھ ہندوستان بھی تقسیم ہو گیا اور پاکستان کے نام سے ایک جغرافیائی، سیاسی خطہ وجود میں آ گیا۔ پاکستان کے قیام نے ہندو اور مسلمان کے درمیان نفرت کا ایک بیج بو دیا۔ یہ دونوں فرقے جو ہزار سال سے ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہتے آرہے تھے، اچانک ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔

پاکستان کا اولین تصور چودھری رحمت علی نے دیا تھا۔ چودھری صاحب جب 1933ء میں کیمبرج یونی ورسٹی کے طالب علم تھے تو انہوں نے وہیں 'پاکستان نیشنل موومنٹ' نام سے اک تنظیم قائم کی اور تقسیم ہند اور قیام پاکستان کی تجویز پیش کردی۔ لیکن چودھری رحمت علی کی اس تجویز کو اس وقت مسلمانوں کی نمائندہ جماعت آل انڈیا مسلم لیگ نے نامنظور کردیا۔ تاہم تحریک آزادی کے دوران کانگریس کے بعض موقع پرست لیڈروں کو موقع مل گیا اور 1940ء میں مسلم لیگ نے لاہور کے سالانہ اجلاس میں تقسیم ہند کی قرارداد کو منظور کرلیا۔ اس قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ ہندوستان کے شمال مغرب اور مشرق میں وہ علاقے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، کو ملا کر ایک جداگانہ آزاد اور خودمختار ریاست بنادی جائے۔

ایک طرف مسلم لیگ اس کوشش میں تھی کہ پاکستان کے مطالبہ کو زوردار بنایا جائے تو دوسری طرف

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

مسلمانوں کی چند قوم پرست جماعتیں ملک کے اتحاد و سالمیت کو ہر قیمت پر برقرار رکھنے کے لیے کوشاں تھیں۔ چنانچہ 1940ء میں جب مسلم لیگ کے لاہور اجلاس میں پاکستان کی قرارداد کو منظور کرلیا گیا تو اس کے چند ہفتوں بعد ہی 'آزاد مسلم کانفرنس' کے نام سے قوم پرور مسلمانوں کا اجتماع ہوا جسے جمعیۃ علماء ہند، احرار اسلام ہند، آل انڈیا مومن کانفرنس، آل انڈیا شیعہ پالیٹیکل کانفرنس، انڈی پینڈنٹ پارٹی بہار وغیرہ نے متفقہ طور پر منعقد کیا تھا۔ یہ اجلاس چار دنوں تک چلا اور اس میں تقریباً ستر ہزار افراد شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں ایک تجویز منظور کر کے تقسیم ہند کے مطالبے کی مخالفت کی گئی۔

اسی دوران کانگریس مجلس عاملہ کی میٹنگ جو دہلی میں جولائی 1940ء میں منعقد ہوئی، اس میں کانگریس نے ہندوستان کی مکمل آزادی کے اعلان کی مانگ کو پھر دہرایا اور یہ مطالبہ کیا کہ برٹش گورنمنٹ فوری اقدام کے طور پر مرکز میں ایک قومی عبوری حکومت کی تشکیل کرے لیکن برٹش سرکار نے کانگریس کے اس مطالبہ کو نامنظور کردیا۔

سرکار کی اس حرکت سے ناراض ہو کر گاندھی جی نے سول نافرمانی تحریک چلانے کا فیصلہ کرلیا۔ جب سول نافرمانی تحریک کو عملی جامہ پہنایا گیا تو کانگریس کے اکثر قومی رہنما بشمول گاندھی جی، مولانا ابوالکلام آزاد اور جواہر لال نہرو وغیرہ بھی گرفتار کرلیے گئے۔ اس لیے سول نافرمانی تحریک جوش میں آنے سے پہلے ہی سرد پڑ گئی۔ اس کے بعد برٹش گورنمنٹ نے ہندوستانیوں کے سامنے سمجھوتے کی ایک تجویز رکھی جس کو تحریک آزادی ہند کی تاریخ میں کرپس اسکیم کہتے ہیں۔ اس سمجھوتہ کے لیے برطانوی کابینہ کے ایک خاص رکن سر اسٹیفورڈ کرپس مارچ 1942ء میں دہلی پہنچے اور ہندوستان کے مختلف سیاسی رہنماؤں سے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا اور اپنی تجاویز کی اشاعت کردی۔ ان تجاویز کے دو خاص حصے تھے۔ پہلے حصہ میں ہندوستان کو آئین بنانے کا طریقہ بتایا گیا۔ اور دوسرے حصہ میں یہ بتایا گیا کہ عارضی طور پر حکومت ہند کا کام چلانے کے لیے وائسرائے کی موجودہ کانسل میں کیا تبدیلی ہوگی۔ اس تجویز میں بعض ایسے نکات بھی تھے جن میں مسلم لیگ کے پاکستان کے مطالبہ کو بالواسطہ طور پر مان لیا گیا تھا۔

اس کے باوجود کرپس مشن کی اس تجویز کو کانگریس اور مسلم لیگ دونوں نے مسترد کردیا۔ اس کے بعد برٹش سرکار کے خلاف ہندوستانیوں میں ناراضگی اور نفرت بہت تیزی سے بڑھنے لگی۔ اب کانگریس نے لوگوں کی

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

ناراضگی کا فائدہ اٹھا کر اگست 1942ء میں اپنے بمبئی کے اجلاس میں گاندھی جی کی قیادت میں 'انگریزو ہندوستان چھوڑو' تحریک چلانے کا فیصلہ کرلیا۔ اس تحریک کو ملک گیر پیمانے پر نہایت منظم انداز میں چلایا گیا۔ انگریزوں نے جب اس تحریک کو دبانے کی کوشش کی تو تشدد بھڑک اٹھا اور تحریک کاروں نے بھی سرکاری املاک کو نقصان پہنچانا شروع کردیا۔ برٹش سرکار نے بھی بہت سختی کا مظاہرہ کیا اور کانگریس کے تمام قومی رہنماؤں کو گرفتار کرلیا۔ اس لیے اس تحریک کے اثرات بھی رفتہ رفتہ زائل ہونے لگے۔

1944ء میں گاندھی جی اور دیگر کانگریسی لیڈران رہا کردیے گئے۔ ان حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد کانگریس نے طے کیا کہ جلد حصول آزادی کے لیے مسلم لیگ سے اشتراک عمل ضروری ہے۔ چنانچہ سپرو اور راج گوپال اچاریہ نے کانگریس اور مسلم لیگ کے آپسی اختلافات کو دور کرنے اور ان میں مفاہمت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں مہاتما گاندھی اور محمد علی جناح کے درمیان کئی ملاقاتیں ہوئیں لیکن یہ ملاقاتیں ناکام رہیں۔ اس لیے کہ جناح آزادی سے قبل ہی یعنی برطانوی اقتدار میں رہتے ہوئے پاکستان کا قیام چاہتے تھے جسے کانگریس نے مسترد کردیا۔

جنوری 1945 میں ایک مرتبہ ہندوستان کے سیاسی مسئلے کے حل کے لیے کانگریس پارٹی اور مسلم لیگ کے درمیان مفاہمت کی کوشش کی گئی اور کانگریس کی طرف سے بھولا بھائی ڈیسائی اور مسلم لیگ کی طرف سے لیاقت علی خاں نے ایک سمجھوتہ کیا جس پر عمل درآمد نہ ہوسکا۔ وائسرائے ہند نے 21/ اگست 1945ء کو ہندوستان میں مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخاب کا اعلان کیا تھا۔ جس کے مطابق دسمبر 1945ء میں انتخاب ہوئے جس میں آٹھ صوبوں میں کانگریس کی جیت ہوئی جبکہ دو صوبہ میں مسلم لیگ جیتی۔

جنوری 1946ء کو وائسرائے نے اعلان کیا کہ جلد ہی ہندوستان کے سیاسی رہنماؤں کے ذریعہ مرتب کردہ ایک نئی انتظامیہ کانسل قائم کی جائے گی اور ایک قانون ساز مجلس بھی بنائی جائے گی۔ اس تجویز پر عمل کرنے کے لیے برطانوی کابینہ کے کئی ممبران پر مشتمل ایک وفد ہندوستان آیا جس کو کیبنٹ مشن کہتے ہیں۔ چنانچہ کیبنٹ مشن 24/ مارچ 1946ء کو دہلی پہنچا۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق مئی 1946ء میں شملہ میں کیبنٹ مشن نے ایک آٹھ نکاتی فارمولہ پیش کیا جس کو کانگریس اور مسلم لیگ دونوں نے مسترد کردیا۔

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

مسلم لیگ نے اب براہ راست ایکشن لینے کا پروگرام بنایا۔ اور 16 / اگست 1946ء کو جب مسلم لیگ نے 'ڈائرکٹ ایکشن ڈے' منایا تو ملک بھر میں فرقہ وارانہ فساد کی آگ بھڑک اٹھی۔ کشمکش کی حالت میں جب مسلم لیگ اور کانگریس کے اختلاف کا کوئی حل نہیں نکل سکا تو 20 / فروری 1947ء کو برطانوی وزیر اعظم نے اعلان کردیا کہ جون 1948ء تک ہندوستان کا اقتدار ہندوستانیوں کے حوالے کردیا جائے گا۔ 24 / مارچ 1947ء کو جب لارڈ ماونٹ بیٹن ہندوستان کے وائسرائے بن کر آئے تو انہوں نے دو تین ہفتہ کے اندر ہی سیاسی رہنماؤں سے مل کر یہ فیصلہ کرلیا کہ ہندوستان کی تقسیم ناگزیر ہے۔

چنانچہ جولائی 1947ء میں برطانوی پارلیامنٹ میں ہندوستان کی آزادی اور تقسیم کا بل پیش کردیا گیا۔ دو تین دنوں کے اندر بل پاس ہوگیا۔ اس طرح طویل بحث و مباحثہ کے بعد یہ طے ہوگیا کہ 15 / اگست 1947ء سے ہندوستان کو تقسیم کرکے دو ٹکڑے کردیئے جائیں گے۔ اور ہندوستان کے علاوہ ایک اور ملک پاکستان کے نام سے وجود میں آئے گا۔ چنانچہ وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے 14 / اگست 1947ء کو پاکستان کے قیام اور آزادی اور 15 / اگست 1947ء کو آدھی رات میں ہندوستان کی آزادی کا اعلان کردیا گیا۔ ملک کی تقسیم کے ساتھ ساتھ فوج بھی دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ آزاد ہندوستان میں گورنر جنرل کے عہدے پر لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو مقرر کیا گیا اور جواہر لال نہرو پہلے وزیر اعظم مقرر ہوئے جب کہ پاکستان میں محمد علی جناح گورنر جنرل مقرر ہوئے۔ لیاقت علی خاں پہلے وزیر اعظم مقرر ہوئے۔

اس طرح طویل جدوجہد کے بعد ہندوستان کو آزادی کی خوشی کے ساتھ تقسیم کا گہرا زخم بھی ملا۔

مشقی سوالات

1. جدوجہد آزادی کی تحریک پر ایک مضمون قلم بند کیجیے۔
2. ہندوستان کی تقسیم کے اسباب پر روشنی ڈالیے۔

ABDIEL SOLUTIONS ABSOL PATNA

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

بہار میں قومی تحریک کے مختلف پڑاؤ

1857 ء کا انقلاب

ہندوستان کی جنگ آزادی اور قومی تحریکوں کی تاریخ کے ہر دور میں صوبہ بہار کے سپوتوں نے کلیدی کردار ادا کیا ہے۔انگریزوں کی غلامی سے ملک کو آزاد کرانے میں بھی بہار کے سپوتوں نے اپنے ایثار و قربانی کی نمایاں مثالیں پیش کی ہیں جو سنہرے حروف میں لکھے جانے کے لائق ہیں۔

1857 ء میں انگریزوں کے خلاف ہندوستان گیر پیمانے پر مخالفت ونفرت کی آگ بھڑک اٹھی۔جس نے دیکھتے ہی دیکھتے ایک قومی تحریک کی شکل اختیار کرلی۔ یہ تحریک دراصل جنگ آزادی کی پہلی تحریک تھی۔ جسے انگریزوں نے ایک سازش کے تحت فوجی بغاوت کا نام دیا اور غلط طریقے سے غدر 1857 ء کے نام سے مشہور کردیا۔ یہ الگ بات ہے کہ انگریزوں نے اس تحریک کو بزور طاقت اور سازش دبا دیا۔لیکن وہ آزادی کی چنگاری کو بجھا نہ سکے۔

1857 ء کا انقلاب ایک عظیم تاریخی اہمیت کا حامل تھا۔ اس کے سیاسی، فوجی، اقتصادی اور سماجی اسباب تھے۔ ان اسباب نے انگریزی حکومت کی بنیاد کو ہلا ڈالا۔ ملک گیر پیمانے پر یہ تحریک جدوجہد آزادی کا آغاز تھا جس کے درپردہ ملکی رہنماؤں کے ذہن میں انگریزوں کی غلامی سے مکمل نجات حاصل کرنے کا مقصد کارفرما تھا۔ اس لیے انقلاب 1857 ء کو تحریک آزادی کی اولین بنیاد سمجھنا چاہیے۔ انقلاب کی ابتداء بیرک پور اور میرٹھ کے فوجی کیمپوں سے ہوئی جو جنگل کی آگ کی طرح سارے ملک میں پھیل گئی۔ اس انقلاب میں صوبہ بہار بھی پیچھے نہیں رہا اور انگریز افسروں کو بہار کے مختلف مقامات پر سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ خصوصاً چمپارن ضلع کے سگولی میں سپاہیوں نے اپنے کمانڈر میجر جنرل ہومس اور اس کی بیوی کو قتل کردیا۔ یہاں تک کہ بہار کی مرکزی چھاؤنی داناپور کے رجمنٹ بھی انگریزوں سے بغاوت پر اتر آئے۔

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

سنتھال بغاوت

انقلاب 1857ء کے دوران یعنی 57-1855ء میں سنتھالیوں نے بھی انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کی۔ سنتھالیوں کا تعلق آدی باسی قبائل سے ہے۔ سنتھالیوں کی اس بغاوت کا دائرہ عمل بردوان سے بھاگل پور تک کا علاقہ تھا اور اس کا مرکز سنتھال پرگنہ ضلع میں راج محل سب ڈویژن کا ڈامن علاقہ تھا۔ اس بغاوت کی ابتداء دیو گھر سب ڈویژن کے روہنی گاؤں سے ہوئی تھی۔ جہاں ایک فوجی دستے کے تین سپاہیوں نے اپنے افسروں پر حملہ کرکے ایک کو ہلاک اور تین کو زخمی کر ڈالا۔ مگر یہ بغاوت فرو کر دی گئی اور تینوں سپاہیوں کو بے رحمی سے پھانسی دے دی گئی۔ وقتی طور پر انگریزوں نے اس تحریک کو کچل تو دیا لیکن آگے چل کر اس قسم کی دوسری تحریکیں علاقائی سطح پر ملک کے دوسرے صوبوں میں بھی چلتی رہیں لیکن ان تحریکوں کا تعلق زیادہ تر مقامی مسائل سے تھا۔

چمپارن ستیا گرہ

تحریک آزادی کے عروج کے زمانے میں بہار میں ایک غیر معمولی واقعہ رونما ہوا جس کی وجہ سے بہار کو ہندوستان کے سیاسی منظر نامے پر ایک نمایاں مقام حاصل ہوا اور تحریک آزادی کی تاریخ میں نئے باب کا اضافہ ہوا۔ چمپارن میں نیل کی کاشتکاری میں انگریز ہندوستانی مزدوروں پر طرح طرح کے مظالم ڈھاتے تھے۔ چنانچہ مزدوروں کی فریاد پر ان کی دلجوئی کے لیے گاندھی جی چمپارن پہنچے اور سچائی وعدم تشدد کو بنیاد بنا کر گاندھی جی نے ان مظلوم مزدوروں کی حمایت میں ستیا گرہ شروع کر دیا جو ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں سنگ میل ثابت ہوا۔ افریقہ کے ستیا گرہ کے بعد ہندوستان میں اس کی افادیت کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ اس ستیا گرہ سے دنیا حیرت زدہ رہ گئی۔ اس لیے صوبہ بہار کو ستیا گرہ کی جائے پیدائش کہنا چاہیے۔

گاندھی جی نے چمپارن پہنچ کر نہ صرف یہ کہ نیل کی کھیتی کے مزدوروں کی بے بسی کا اچھی طرح جائزہ لیا بلکہ ان کو انگریزوں کے مظالم سے آزاد بھی کرایا۔ یہ گاندھی جی کی ایک تاریخی کامیابی تھی۔ ایک طرف تحریک کاروں میں گاندھی جی، ڈاکٹر راجندر پرشاد اور انوگرہ نارائن سنہا جیسے نہتے لوگ تھے۔ دوسری طرف برٹش گورنمنٹ پوری مادی اور فوجی قوت سے تحریک کاروں کو کچل دینا چاہتی تھی۔ آخر کار حق اور اخلاقی قوتوں کی فتح ہوئی اور گاندھی جی کا یہ مشن بڑے دور رس نتائج کا حامل بنا۔ چمپارن ستیا گرہ تحریک کی کامیابی کے بعد کلی طور پر کانگریس

ABDIEL SOLUTIONS ABSOL PATNA

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

کی قیادت گاندھی جی کے ہاتھوں میں آگئی اور تحریک آزادی کی رفتار تیز ہوگئی۔

خلافت تحریک

جنگ عظیم اول کے دوران ہندوستان نے اس توقع کے ساتھ گورنمنٹ کا ساتھ دیا تھا کہ جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد ہندوستان کو آزادی حاصل ہوجائے گی۔ لیکن انگریز اپنی روایتی عیاری کے ذریعہ اپنے وعدے سے مکر گئے الٹے ایک زخم یہ دیا کہ ترکی سے خلافت عثمانیہ کے خاتمہ میں پیش پیش رہے جس سے ہندوستانی مسلمانوں میں مزید ناراضگی پھیل گئی۔ اس ناراضگی کا ردعمل خلافت تحریک کی شکل میں سامنے آیا۔ اس پر رولٹ بل اور 1919ء کے جلیان والا باغ گولی کانڈ نے ہندوستانیوں پر جلتے پر تیل کا کام کیا۔ سیاسی حالات روز بروز بد سے بد تر ہوتے چلے گئے۔ سارے ملک میں بدامنی اور خلفشار کا دار دورہ ہوگیا۔ اور خلافت تحریک نے آزادی کے لیے ایک عوامی جنگ کی شکل اختیار کرلی۔ 16 راپریل 1919ء کو پٹنہ میں مسٹر حسن امام کی صدارت میں ایک زبردست جلسہ ہوا جس میں ڈاکٹر راجندر پرشاد اور مولانا مظہرالحق جیسے قومی رہنماؤں نے پر جوش تقاریر کیں جو خلافت تحریک کے لیے زبردست پیش خیمہ ثابت ہوئیں۔

1942ء کی تحریک

جدوجہد آزادی کے دوران انگریزوں کی عیاری اور غفلت سے تنگ آکر گاندھی جی نے اگست 1942ء میں 'انگریزو بھارت چھوڑو' تحریک چلائی۔ جس کے نتیجہ میں برٹش گورنمنٹ نے گاندھی جی اور دیگر تحریک کار رہنماؤں کو گرفتار کرلیا۔ جس کے نتیجہ میں برٹش گورنمنٹ کے خلاف عوامی ناراضگی نے شدت اختیار کرلی۔ ناراضگی کی اس شدت میں بہار کے عوام برابر سے شریک رہے۔ بہار کے بھی اہم رہنماؤں کو گرفتار کرلیا گیا لیکن ان گرفتاریوں سے بھی بہار کے مجاہدین آزادی کے قدم نہیں ڈگمگائے۔ پورے بہار میں ایک بار پھر طوائف الملوکی کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ حکومت کے اہم سرکاری دفاتر اور عمارتوں پر عوام نے دھاوا بول دیا۔ جابجا ریل کی پٹریاں بھی اکھاڑ دی گئیں۔ آمدورفت کا سلسلہ کئی دنوں تک بند رہا۔ ایسا محسوس ہونے لگا کہ اب برٹش گورنمنٹ ہندوستان میں چند دنوں کی مہمان ہے۔ بھارت چھوڑو تحریک کو دبانے کی انگریزوں نے ہر ممکن کوشش کی۔ مختلف مقامات پر تحریک کاروں پر گولیاں بھی چلائی گئیں۔ بہار کے طلباء بھی اس تحریک میں پیچھے نہیں رہے اور پٹنہ سکریٹریٹ کی عمارت پر

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

ترنگا جھنڈا لہرانے کی کوشش کی۔ پولس نے ان پر بے شمار گولیاں برسائیں جن میں سات طلباء ہلاک بھی ہو گئے۔ ان کی یادگار 'شہید اسمارک' کی شکل میں پٹنہ سکریٹریٹ کے سامنے آج بھی موجود ہے جو ہمیں حب الوطنی، جذبۂ ایثار اور حوصلہ مندی کا سبق دیتا ہے۔ بہار کے دوسرے حصوں میں بھی سینکڑوں طلبہ نے وطن عزیز کی آزادی کے لیے جان کی بازی لگادی لیکن انگریزوں کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ صوبہ کے تمام جیل خانے بھر گئے۔ ان جیلوں میں آزادی کے متوالوں کو زدوکوب بھی کیا گیا۔ اجتماعی جرمانے بھی کیے گئے۔ تحریک کے دوران ایسا محسوس ہوتا تھا کہ پورے ملک میں ظلم و ستم کی کارفرمائی اور عمل داری ہے۔

کانگریس اور مسلم لیگ کی سیاست اور فرقہ وارانہ فسادات

15 راگست 1947ء کو جب ملک انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوا تو ملک کو آزادی کے ساتھ تقسیم کا کڑوا گھونٹ بھی پینا پڑا۔ تقسیم کے بعد برصغیر ہند میں پاکستان کے نام سے ایک نیا جغرافیائی، سیاسی خطہ وجود میں آیا۔ اس تقسیم کے نتیجہ میں آزادی کے ساتھ بڑے بھیانک ہندو مسلم فسادات پھوٹ پڑے۔ دونوں ملکوں میں آبادی کا تبادلہ ہوا۔ پاکستان سے ہندو بھاگ کر ہندوستان آنے لگے اور ہندوستان سے بھاگ کر مسلمان جانے لگے۔ تبادلے کا عمل بہت ہی جان لیوا اور تکلیف دہ تھا۔

دونوں طرف جہاں عوام کی زیادہ تر تعداد سیکولر دل و دماغ کے مزاج و میلان کے حامل افراد پر مشتمل تھی، وہیں کچھ فرقہ پرست اور شر پسند عناصر بھی موجود تھے۔ ان فرقہ پرستوں اور شرپسندوں نے اپنے اپنے مخالفین پر انسانیت سوز مظالم ڈھائے۔ یہ ایک ایسی خوں چکاں داستان ہے جس کے داغ آج تک مٹائے نہیں مٹ سکے۔ لیکن جب ظلم و ستم اور بربریت کا سلسلہ زوروں پر جاری تھا اس وقت اس سلسلے کو فوراً بند کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی۔ دوسرے رہنماؤں کے علاوہ گاندھی جی نے اس سلسلے میں بہت ہی موثر کردار ادا کیا۔

کانگریس میں گاندھی جی ایسے رہنما تھے جنہوں نے اس فرقہ وارانہ فساد کو روکنے کے لیے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ کچھ اور کانگریسی لیڈران بھی جو گاندھی جی کے زیر اثر تھے وہ بھی اس فتنے اور فساد کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ انہوں نے بھی فرقہ پرستی کی اس آگ کو بجھانے کی ہر ممکن کوشش کی اور اس میں انہیں بڑی حد تک کامیابی بھی ملی۔

ABDIEL SOLUTIONS ABSOL PATNA

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

ناعاقبت اندیش انگریز حکمراں اور بعض ہندوستانی سیاست داں کی حکمت عملی کی وجہ سے ہزار برس کی ہندو مسلم اتحاد کی مستحکم روایت کو اس فساد سے زبردست جھٹکا لگا لیکن جلد ہی یہ دونوں فرقے کسی حد تک سنبھل بھی گئے، دونوں یہ سمجھنے لگے کہ اس فساد کی آگ میں کچھ لوگ اپنی مفاد پرست سیاست کی روٹی سینک رہے ہیں۔ انہیں عوامی مفاد سے کوئی خاص دل چسپی نہیں۔

مشقی سوالات

1. 1857ء کے انقلاب کے واقعہ کو مختصراً بیان کیجیے۔
2. سنتھال بغاوت سے اپنی واقفیت کا اظہار کیجیے۔
3. چمپارن ستیاگرہ کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ بیان کیجیے۔
4. 1942ء کی بھارت چھوڑو تحریک کے نتائج پر روشنی ڈالیے۔
5. جدوجہد آزادی میں کانگریس کے کردار کا جائزہ لیجیے۔

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

وندے ماترم

سُجلام سُفلام مَل یَج شیتلام،
شسیے۔شیام لام مَاترم
وَندے مَاترم!!
شُوبھر۔جیوتسنا۔پُلکِت۔یامنیم،
پھُلّ۔کُسُومِت۔دُرم دَل۔شُوبھینیم
سُوہاسنیم،سومدھُر بھاشنیم،
سُوکھدَام،وَردام،مَاترم!!
وَندے مَاترم!!

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

ROSHNI

(Urdu Supplementary Reader for Class-IX)

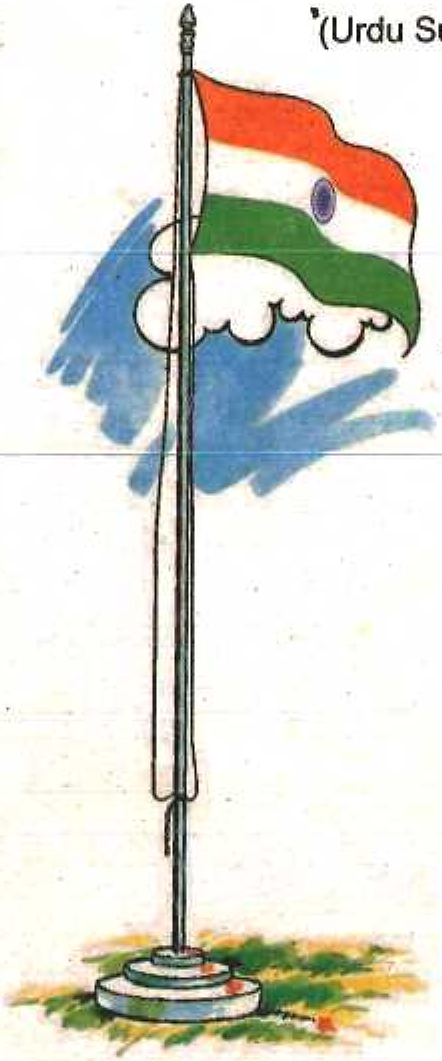

قومی ترانہ

جَن گَن مَن اَدھینایک جیہ ہے
بھارت بھاگیہ وِدھاتا !
پنجاب سندھ گجرات مراٹھا
دراوڑ اُتکل بنگ !
وِندھیہ ہماچل یمنا گنگا
اُچھل جل دھی ترنگ !
تَو شبھ نامے جاگے،
تَو شبھ آشش ماگے،
گاہے تَو جے گاتھا !
جَن گَن منگل دایک جیہ ہے
بھارت بھاگیہ وِدھاتا !
جیہ ہے، جیہ ہے، جیہ ہے،
جیہ جیہ جیہ، جیہ ہے !

बिहार स्टेट टेक्स्टबुक पब्लिशिंग कॉरपोरेशन लिमिटेड, बुद्ध मार्ग, पटना–1
BIHAR STATE TEXTBOOK PUBLISHING CORPORATION LTD., BUDH MARG, PATNA-1

मुद्रण : बब्लू बाईंडिंग हाऊस, पटना कोल्ड स्टोरेज, पटना–6

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

مہاتما گاندھی کی قیادت میں قومی تحریک کی سرگرمیاں

افریقہ سے واپسی کے بعد گاندھی جی ہندوستان کی تحریک آزادی میں شامل ہوئے اور جلد ہی ایک نمایاں مقام حاصل کرلیا۔ اب گاندھی جی رفتہ رفتہ ہندوستانی سیاست میں آندھی بنتے جارہے تھے۔ ان کے دوروں اور اخباری بیانات نے تحریک آزادی میں ایک لہری دوڑا دی تھی۔ شروع میں زیادہ تر کانگریسی لیڈران گاندھی جی کے تعلق سے شک و شبہ میں مبتلا تھے۔ ان کا خیال تھا کہ گاندھی جی بہت تیز اور دور جارہے ہیں۔ اس کے باوجود گاندھی جی کانگریس کے تقریباً سبھی اجلاس میں شرکت کرتے تھے۔ اجلاس میں ان کی عزت ہونے لگی تھی۔ وہ سمندر پار کے ہندوستانیوں کے مسائل پر سند کی حیثیت رکھتے تھے۔ امرتسر کے 1919ء کے اجلاس میں انہوں نے زیادہ گرم جوشی سے حصہ لیا تھا۔

چنانچہ کلکتہ کے کانگریس اجلاس میں عدم تعاون کا ریزولیوشن 1855ء ووٹوں کی حمایت اور 873 ووٹوں کی مخالفت سے پاس ہوگیا۔ گاندھی جی نے اس جیت میں غیر معمولی ضبط نفس اور انکساری کا مظاہرہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند مہینوں کے اندر سی آر داس اور لالہ لاجپت رائے اور دیگر کانگریسی قائدین عدم تعاون تحریک کے ہراول دستہ میں نظر آنے لگے۔ کانگریس کو تقسیم کیے بغیر گاندھی جی نے اپنے طے شدہ پروگراموں کو چلانے میں کامیابی حاصل کی۔

دسمبر 1920ء میں کانگریس کے اجلاس میں انڈین نیشنل کانگریس کا ترمیم شدہ آئین جو زیادہ تر گاندھی جی کا تیار کردہ تھا پاس کردیا گیا جس میں کانگریس کا عقیدہ یوں بیان کیا گیا: ہر جائز اور پرامن طریقے سے سوراج کا حصول' اس طرح کانگریس کے دستور میں ستیہ گرہ بھی داخل ہوگئی۔ دیہی کانگریس کمیٹی کانگریس کی سب سے چھوٹی تنظیمی اکائی قرار پائی۔ اب کانگریس کے دروازے چھوٹے چھوٹے قصبے اور دیہات کے لوگوں کے لیے بھی کھل گئے جن کی سیاسی بیداری کی رفتار کو گاندھی جی تیز کررہے تھے۔

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

گاندھی جی کی تحریروں اور تقریروں نے ہندوستانی عوام میں ایک نیا جوش بھر دیا تھا۔ اب گاندھی جی، مہاتما یعنی عظیم روح بن چکے تھے۔ انہوں نے ہندوستانیوں کے دلوں کے اندرونی تار کو چھولیا تھا۔ بہادری اور قربانی کے لیے ان کی پکار پر لوگ جوش و خروش سے لبیک کہنے لگے تھے کیونکہ وہ خود ان صفات کے عملی نمونہ تھے۔ جن لوگوں نے اپنی کثیر آمدنی کو چھوڑ دیا، یا اپنے پیشے تیاگ دیئے ان میں گاندھی جی، سردار ولبھ بھائی پٹیل اور سی راج گوپال اچاریہ نمایاں طور پر شامل تھے۔

1921ء ہندوستان کے لئے سیاسی بیداری کا سال تھا۔ گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ عدم تعاون کی تحریک بھی زور پکڑتی چلی گئی۔ ایک سال کے اندر سوراج کے امکان نے صدیوں کے بندھن توڑ پھینکے اور خوف کا ماحول ختم ہوگیا۔

اس زمانہ میں گاندھی جی لگاتار متحرک اور مصروف رہتے تھے۔ وہ پورے ملک کا دورہ کرتے اور لیڈروں سے رابطہ بنائے رکھتے۔ کبھی ان کی رہنمائی کرتے کبھی انہیں مشورہ دیتے اور کبھی انہیں جھڑکتے بھی تھے۔ ان کی روزانہ کی ڈاک بہت زیادہ ہونے لگی تھی اور وہ اس پر ذاتی توجہ دیتے تھے۔

عوام کی بیداری جس میں گاندھی جی کی تحریک کام کر رہی تھی اس سے گاندھی جی کو بہت خوشی ہوتی تھی۔ ان کا پیغام بہت سادہ تھا۔ ہندوستان کی غلامی، برطانوی بندوقوں سے کہیں زیادہ خود ہندوستان کی کمزوریوں کی بدولت تھی۔ اگر ہندوستان کی اجتماعی زندگی چھوت چھات، فرقہ وارانہ جھگڑے، شراب نوشی، نشہ بازی اور غیر ملکی کپڑوں اور برٹش سرکار کی طرف یا اس کے امداد سے چلنے والے اداروں سے نجات پالیا جائے تو اس سے ہندوستانیوں کو ایک نئی طاقت مل سکتی ہے۔ سوراج ہمیں برطانوی پارلیامنٹ کی طرف سے تحفے کے طور پر نہیں آئے گا بلکہ ہمیں اپنے خون پسینے سے سوراج حاصل کرنا ہوگا۔

دسمبر 1921ء کے آخری ہفتہ میں پرنس آف ویلس کو کلکتہ جانا تھا۔ کلکتہ میں ہڑتال اور مخالفانہ مظاہروں سے بچنے کے لیے وائسرائے نے حکومت اور کانگریس کے مابین صلح کرانے میں مدن موہن مالویہ کی کوششوں کی حوصلہ افزائی کی۔ 16 ردسمبر 1921ء کو مالویہ جی نے گاندھی جی کو تار کے ذریعہ مطلع کیا وہ کہ وائسرائے کے پاس ایک وفد اس غرض سے لے جانا چاہتے ہیں کہ گول میز کانفرنس بلائے جانے پر زور دیں۔

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

گاندھی جی یہ معلوم کرنے کا پورا حق رکھتے تھے کہ یہ گول میز کانفرنس کب اور کہاں ہوگی اور اس میں کون کون لوگ شامل ہوں گے۔ گاندھی جی عدم تعاون اور خلافت تحریک دونوں کے لیڈر تھے اور وہ خلافت کے لیڈروں کا ساتھ بھی نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ مصالحت کی اس گفتگو سے جو اختلافات رونما ہوئے تھے اس کے باوجود اس میں کوئی شک نہیں کہ مالویہ اور سی آر داس نے اس کی قدر و قیمت متعین کرنے میں مبالغے سے کام لیا تھا۔ بہر حال مصالحت نہ ہو سکی اور حکومت و کانگریس کے درمیان اختلافات بڑھتے گئے۔

دسمبر 1921ء اور جنوری 1922ء میں تقریباً تیس ہزار افراد گرفتار کر لیے گئے۔ رضا کار جماعتوں کو خلاف قانون قرار دیا گیا۔ جلسے اور جلوسوں کو طاقت کے زور پر منتشر کر دیا گیا کانگریس اور خلافت کے دفاتر پر آدھی رات کو چھاپا ماری کی جانے لگی اور سیاسی قیدیوں کے ساتھ سخت سلوک کیا جانے لگا۔ دسمبر 1921ء میں احمد آباد میں انڈین نیشنل کانگریس کا اجلاس ہوا جس میں گاندھی جی کو پورے اختیارات سونپ دیئے گئے۔ کانگریس کے اندر گاندھی جی پر یہ دباؤ بڑھ رہا تھا کہ وہ تحریک کی رفتار تیز کر دیں اور عوامی سول نافرمانی کی تحریک چلا دیں۔ گاندھی جی کے پاس ستیہ گرہ ایک مضبوط حربہ تھا۔ لیکن گاندھی جی نے کانگریس کمیٹیوں کو یہ مشورہ دیا کہ وہ عام سول نافرمانی تحریک شروع نہ کریں بلکہ گاندھی جی خود بعض منتخب علاقوں میں جو تحریک چلا رہے تھے وہ ان کو دیکھتے رہیں اور انتظار کریں۔ انہوں نے عوامی سول نافرمانی تحریک کو ایک زلزلہ سے تشبیہ دی۔

اس سلسلے میں گاندھی جی کا یہ پلان تھا کہ پہلے ایک ضلع میں سول نافرمانی کریں گے۔ اگر اس میں کامیابی ملی تو پڑوس کے ضلع میں اس کا تجربہ کریں گے۔ یہاں تک کہ پورے ملک میں یہ تحریک پھیل جائے گی۔ اگر اس عمل کے دوران کسی طرح کا بھی کوئی تشدد ہوا تو اس کو پر امن تحریک نہیں کہا جا سکتا۔

جب نومبر 1921ء میں پرنس آف ویلس بمبئی آئے تو وہاں بری طرح فسادات بھڑک اٹھے۔ تو گاندھی جی نے سول نافرمانی تحریک کو ملتوی کر دیا مگر دو مہینہ بعد جب کانگریس کارکنوں اور رضا کاروں کو انگریزوں نے اندھا دھند گرفتار کرنا شروع کر دیا تو گاندھی جی کو پورے حالات کا از سر نو جائزہ لینا پڑا۔ گاندھی جی نے پھر اپنی ذاتی نگرانی میں گجرات میں عوامی سول نافرمانی تحریک شروع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ گاندھی جی جو قدم اٹھانے والے تھے اس کے بارے میں انہوں نے مدلل طور پر وائسرائے کو لکھ بھیجا اور کہا کہ مئی 1921ء میں جو گاندھی ریڈنگ

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

مذاکرات میں سمجھوتہ ہوا تھا اس سمجھوتہ کے تحت عدم تعاون تحریک کے تمام قیدیوں کو اگر ایک ہفتہ کے اندر رہا نہیں کیا گیا اور پریس پر سے پابندیاں نہیں اٹھائی گئیں تو برٹش گورنمنٹ کے خلاف عوام غیر متشددانہ بغاوت شروع کر کے عوامی سول نافرمانی تحریک شروع کردی جائے گی۔ لیکن گورنمنٹ نے گاندھی جی کے الٹی میٹم کا کوئی تشفی بخش جواب نہیں دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سرکار اور کانگریس میں ٹکراؤ ناگزیر ہو گیا اور گاندھی جی کی قیادت میں کانگریس کی تحریک آزادی نے زور پکڑ لیا۔

مشقی سوالات

1. تحریک آزادی میں گاندھی جی کے کردار کا جائزہ لیجیے۔
2. گاندھی جی کی عدم تشدد پالیسی پر روشنی ڈالیے۔

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

بھگت سنگھ اور دیگر انقلابی رہنما

جدوجہد آزادی کی تاریخ میں سردار بھگت سنگھ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ بھگت سنگھ نے مادر وطن کی آزادی کے لیے جان کی قربانی دی اور ہنستے ہوئے پھانسی کے تختے پر چڑھ گئے مادر وطن کے اس سپوت کی پیدائش اکتوبر 1907ء کو سنیچر کے دن لاہور کے مضافات لائل پور میں ہوئی۔ ان کے خاندان کا سلسلہ ایک مشہور اور بہادر خالصہ سردار سے ملتا ہے۔ بھگت سنگھ کے والد کا نام سردار کشن سنگھ تھا۔ کشن سنگھ بھی تحریک آزادی ہند سے گہرا تعلق رکھتے تھے اور اپنی حب الوطنی کے لیے مشہور تھے۔ تعلیم حاصل کرنے کے لیے سردار بھگت سنگھ کا نام ڈی۔ اے۔ وی پبلک اسکول میں لکھوایا گیا، اسی اسکول سے بھگت سنگھ نے میٹرک پاس کیا اور نیشنل کالج چلے گئے۔ جب 1925ء میں کانپور میں کانگریز کا اجلاس چل رہا تھا تو اس وقت بھگت سنگھ نویں درجہ میں پڑھ رہے تھے۔ ان کی طبیعت کا انقلابی رجحان انہیں کانگریس اجلاس کی طرف کھینچ کر لے گیا۔

کالج میں بھگت سنگھ کا میل جول ہم خیال ہونے کی وجہ سے یش پال اور سکھدیو سے ہوا۔ ابھی وہ چودہ سال کے ہی تھے کہ ان کے دل نے مادر وطن کی خدمت کے لیے مجبور کیا۔ چنانچہ انہوں نے پنجاب میں باغیانہ سوسائیٹیوں میں حصہ لینا شروع کیا۔ برٹش گورنمنٹ کے محکمہ خفیہ نے اس باغی سوسائٹی کا بھی پتہ چلا لیا اور اکثر لوگوں کو گرفتار کرلیا لیکن بھگت سنگھ نے اپنے آپ کو گرفتاری سے بچالیا اور دوسری جماعت قائم کرنے کے لیے پنجاب چھوڑ کر کانپور چلے گئے۔ وہاں ان کی ملاقات گنیش شنکر ودیارتھی سے ہوئی جو ہندو مسلم اتحاد کے بڑے علم بردار تھے اور اسی کوشش میں آخرکار اپنی جان دے دی۔ اس قسم کی ایک باغی پارٹی پہلے سے کانپور میں موجود تھی۔ چنانچہ بھگت سنگھ اس پارٹی کے ممبر بن گئے۔ یہیں سے بھگت سنگھ کی زندگی میں ایک نیا موڑ آیا اور وہ اسی پارٹی کو سینچنے اور منظم کرنے میں لگ گئے اور وطن کی آزادی کے لیے سرگرمی سے حصہ لینے لگے۔ ادھر یوپی اور پنجاب کے علاقوں میں سچندر سانیال، جوگیش چندر چٹرجی اور رام پرشاد بسمل وغیرہ کی بنائی ہوئی مختلف تنظیموں نے مل کر ایک

https://www.studiestoday.com

https://www.studiestoday.com

پارٹی کی شکل اختیار کر لی اور الہ آباد میں ایک جلسہ کیا گیا اور اس پارٹی کا نام ہندوستان ریپبلکن ایسوسی ایشن قرار پایا۔ بھگت سنگھ بھی اس پارٹی میں آکر مل گئے۔ پارٹی نے ان کا نام بلونت رکھا۔ اب بھگت سنگھ اسی نام سے اخباروں میں مضامین لکھنے لگے۔ جوگیش چندر چٹرجی کا فرضی نام رائے تھا۔

1926ء میں کاکوری کے مقام پر مشہور ٹرین ڈکیتی کا حادثہ پیش آیا جس میں ہندوستانی ری پبلکن پارٹی کے ارکان نے ایک چلتی ہوئی ٹرین کو کاکوری کے مقام پر روک کر سرکاری خزانہ لوٹ لیا۔ برٹش گورنمنٹ کی خفیہ پولس نے نہایت سرگرمی سے اس انقلابی جماعت کا پتہ لگا لیا جس کا تار و پود پورے ملک میں پھیلا ہوا تھا۔ اس موقع پر بھگت سنگھ چھپ کر لاہور چلے گئے۔ اسی دوران بھگت سنگھ نے لالہ لاجپت رائے کے قائم کیے ہوئے نیشنل کالج میں پھر داخلہ لیا اور پوری یک سوئی کے ساتھ سیاسیات، تواریخ اور اقتصادیات کے مطالعہ میں مصروف ہو گئے۔ یہاں ان کے دو اور وفادار ساتھی سکھ دیو اور بھگوتی چرن تھے۔

نیشنل کالج کے کتب خانہ میں سردار بھگت سنگھ کی رہنمائی سے کتابوں کا ایک حیرت انگیز ذخیرہ جمع ہو گیا۔ بھگت سنگھ مطالعہ کے علاوہ انقلابی جماعت کے خفیہ جلسوں میں شرکت بھی کرتے تھے۔ یہاں تک کہ پورے ملک کے خفیہ اراکین سے ان کے ذاتی تعلقات تھے۔ ٹرین ڈکیتی کانڈ میں ہندوستانی ری پبلکن پارٹی کے اکثر اراکین جیل میں ڈال دیے گئے جس کی وجہ سے پارٹی کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ بھگت سنگھ نے ازسرِنو کانپور کے وجئے کمار سنہا اور لاہور کے سکھ دیو کی مدد سے پارٹی کو ازسرِنو منظم کیا۔

اس دوران 1927ء میں لاہور میں ایک رام لیلا جلوس پر کسی نے بم پھینک دیا۔ اس سلسلہ میں پولس نے سب سے پہلے بھگت سنگھ کو گرفتار کر لیا۔ اور ان پر مقدمہ چلا۔ طویل بحث کے بعد پھر بھگت سنگھ رہا کر دیے گئے۔ اسی زمانے میں نوجیون بھارت سبھا کے نام سے بھگت سنگھ نے ایک نئی تنظیم قائم کی۔ اس تنظیم کو بھگت سنگھ جداگانہ انداز سے منظم کرنا چاہتے تھے اور کانگریس کی سیاست سے اس کو الگ رکھنا چاہتے تھے۔ اس تنظیم کا بنیادی مقصد کسانوں اور مزدوروں کی مالی حالت کو بہتر بنانا تھا۔ اس لیے اس کی تمام تحریکیں کمیونسٹ پارٹی سے مماثلت رکھتی تھیں۔

اب بھگت سنگھ کے مزاج میں ایک عظیم تبدیلی واقع ہوئی۔ اور وہ سوشلسٹ اصولوں کی طرف مائل ہونے لگے۔ 1928ء میں بھگت سنگھ نے اپنی انقلابی جماعت کے ارکان کو پھر سے متحد کیا جو ان کی قید کے زمانے میں منتشر ہو گئی تھی اور اپنے قریبی انقلابی وجئے کمار سنہا کو مختلف جگہ بھیجتے رہے۔ اسی سال دہلی کے پرانے قلعہ نے

https://www.studiestoday.com